﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (آل عمران: ۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل: ۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 13 — جمعۃ المبارک 29 ستمبر 2006ء — 06 رمضان المبارک 1427 ہجری قمری — 29 تبوک 1385 ہجری شمسی — شمارہ 39

روزے کی فوقیت

......روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزے ہیں۔ (جامع الصغیر)

......حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ایک ڈھال ہے اور آگ سے بچانے والا ایک حصن حصین ہے۔ (یعنی ایک مضبوط قلعہ ہے جو آگ کے عذاب سے بچاتا ہے)۔

(مسند احمد)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

رمضان المبارک تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں اور صوم (روزہ) تجلّیٔ قلب کرتا ہے

”رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل وشرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ عرب کے لئے خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق شوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں“۔

(الحکم جلد5 نمبر 27 مورخہ 24/ جولائی 1901ء صفحہ 2)

”﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ یہی ایک فقرہ ہے جس سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم (روزہ) تجلّیٔ قلب کرتا ہے۔

تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جاوے۔ اور تجلّیٔ قلب سے یہ مراد ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لیوے۔

پس ﴿اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ میں یہی اشارہ ہے۔ اس میں شک وشبہ کوئی نہیں ہے روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں مَیں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنّت اہل بیت ہے۔ میرے حق میں پیغمبر خدا نے فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ، سلمان یعنی اَلصُّلْحُ کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلح ہوں گی ایک اندرونی دوسری بیرونی۔ اور یہ اپنا کام رفق سے کرے گا نہ کہ شمشیر سے۔ اور میں مشرب حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشرب حسن پر ہوں کہ جس نے جنگ نہ کی۔ مَیں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اس اثناء میں مَیں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جا رہے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے۔ لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہوسکتا تھا اور اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا......

خدا تعالیٰ کے احکام دو قسموں میں تقسیم ہیں ایک عبادات مالی دوسرے عبادات بدنی۔ عبادات مالی تو اسی کے لئے ہیں جس کے پاس مال ہو اور جس کے پاس نہیں وہ معذور ہیں۔ اور عبادات بدنی کو بھی انسان عالَمِ جوانی میں ہی ادا کرسکتا ہے ورنہ 60 سال جب گزرے تو طرح طرح کے عوارضات لاحق ہوتے ہیں۔ نزول الماء وغیرہ شروع ہو کر بینائی میں فرق آجاتا ہے۔ یہ ٹھیک کہا کہ 'پیری وصد عیب'۔ اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اسی کی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے۔ اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اُسے بڑھاپے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ موئے سفید از اجل آرد پیام۔

انسان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ حسب استطاعت خدا کے فرائض بجالاوے۔ روزہ کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ ﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ یعنی اگر تم روزہ رکھ بھی لیا کرو تو تمہارے واسطے بڑی خیر ہے“۔

(البدر جلد 1 نمبر 7 مورخہ 12 دسمبر 1902ء صفحہ 52۔

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ جلد اوّل صفحہ 646-647)

فرمودات خلفاء

روزوں کی فضیلت

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”روزوں کی فضیلت اور اس کے فرائض پر ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ کے الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے ہیں ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ تا کہ تم بچ جاؤ۔ اس کے کئی معنے ہوسکتے ہیں۔ مثلاً ایک معنے تو یہی ہیں کہ ہم نے تم پر اس لئے روزے فرض کئے ہیں تا کہ تم اُن قوموں کے اعتراضوں سے بچ جاؤ جو روزے رکھتی رہی ہیں، جو بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کرتی رہی ہیں، جو موسم کی شدت کو برداشت کر کے خدا تعالیٰ کو خوش کرتی رہی ہیں۔ اگر تم روزے نہیں رکھو گے تو وہ کہیں گی کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم باقی قوموں سے روحانیت میں بڑھ کر ہیں لیکن وہ تقویٰ تم میں نہیں جو دوسری قوموں میں پایا جاتا تھا۔

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ میں دوسرا اشارہ اس امر کی طرف کیا گیا ہے کہ اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ روزہ دار کا محافظ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اِتِّقَاء کے معنے ہیں ڈھال بنانا۔ وقایۃ بنانا نجات کا ذریعہ بنانا وغیرہ ہیں۔ پس اس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ تم پر روزے رکھنے اس لئے فرض کئے گئے ہیں تا کہ تم خدا تعالیٰ کو اپنی ڈھال بنا لو اور ہر شر سے اور ہر خیر کے فقدان سے محفوظ رہو......“۔

”روزہ ایک دینی مسئلہ ہے۔ یا بلحاظ صحتِ انسانی دنیوی امور سے بھی کسی حد تک تعلق رکھتا ہے۔ پس ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ کے یہ معنے ہوئے کہ تا تم دینی اور دنیوی شرور سے محفوظ رہو۔ دینی خیر وبرکت تمہارے ہاتھ سے نہ جاتی رہے یا تمہاری صحت کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ بعض دفعہ روزے کئی قسم کے امراض سے نجات دلانے کا بھی موجب ہو جاتے ہیں......“۔

”مَیں نے خود دیکھا ہے کہ صحت کی حالت میں جب روزے رکھے جائیں تو دوران رمضان میں بے شک کچھ کوفت محسوس ہوتی ہے مگر رمضان کے بعد جسم میں ایک نئی قوت اور تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یہ فائدہ تو صحت جسمانی کے لحاظ سے ہے مگر روحانی لحاظ سے اس کا یہ فائدہ ہے کہ جو لوگ روزے رکھتے ہیں خدا تعالیٰ ان کی حفاظت کا وعدہ کرتا ہے۔ اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد خدا تعالیٰ نے دعاؤں کی قبولیت کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مَیں اپنے بندوں کے قریب ہوں اور اُن کی دعاؤں کو سنتا ہوں۔ پس روزے خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والی چیز ہیں اور روزے رکھنے والا خدا تعالیٰ کو اپنی ڈھال بنا لیتا ہے جو اسے ہر قسم کے دکھوں اور شرور سے محفوظ رکھتا ہے“۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 374-375)

رمضان۔ قسمتیں سنوارنے والا مہینہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا پھر رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور گناہ بخشے نہ گئے''۔

یہ جو دو قسم کے انسانوں کا ذکر ہے دراصل یہ اللہ کے تعلق میں لازماً یہی مضمون ہے جو رمضان کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے یہی مضمون ہے جو رمضان کے حوالے سے سمجھانا بہت ضروری تھا۔ اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ جو بات بیان فرمائی ہے کہ والدین کو پایا اور گناہ بخشے نہ گئے اسی حالت میں رمضان گزر گیا یہ بہت ہی گہرا نکتہ ہے جس کا قرآنی تعلیم سے تعلق ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾(الانعام:152)۔ تو کہہ دے کہ آؤ میں تمہیں وہ بات بتاؤں جو خدا تعالیٰ نے حرام کردی ہے تم پر۔ ایک یہ کہ خدا کا شریک نہیں ٹھہرانا۔ اپنی عبادت کو اسی کے لئے خالص کرلو۔ دوسرا یہ کہ ماں باپ سے لازماً احسان کا سلوک کرنا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرکے خدا کی ناراضگی نہ کما بیٹھنا۔ تو شرک کا مضمون خدا تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا کہ میرا شرک کروگے تو یہ بہت ہی بڑا گناہ ہوگا۔ حرام کردیا ہے تم پر۔ لیکن ماں باپ سے جو احسان کروگے وہ میرا شریک بنانا نہیں ہے۔ شرک سے نیچے نیچے اگر کسی کی عظمت خدا تعالیٰ نے قائم فرمائی ہے تو وہ ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی ہی نہیں اس سے بڑھ کر ان سے حسن سلوک کرنا ہے۔

پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ رمضان شریف میں دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں جو نہ خدا کو پاسکیں، نہ ماں باپ کا کچھ کرسکیں۔ رمضان گزر جائے اور ان دو پہلوؤں سے ان کے گناہ نہ بخشے گئے ہوں تو یہ دو الگ الگ چیزیں نہیں، ایک دوسرے کے ساتھ مربوط چیزیں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے اور اس احسان میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ یعنی اس نے آپ کو پیدا کیا، اس نے سب کچھ بنایا اور ماں باپ بھی اس میں شریک ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ماں باپ کو بھی اسی نے بنایا اور ماں باپ کو جو توفیق بخشی آپ کو پیدا کرنے کی وہ اسی نے پیدا کی ہے، اپنے طور پر تو کوئی کسی کو پیدا کر ہی نہیں سکتا اپنے زور سے۔ ایک معمولی سا خون کا لوتھڑا بھی انسان پیدا نہیں کرسکتا اگر خدا تعالیٰ نے اس کو ذرائع نہ بخشے ہوں۔

تو پہلا مضمون یہ ہے کہ اللہ خالق ہے اس لئے اس کا شریک ٹھہرانے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ اور سب سے بڑا ظلم ہے کہ خدا جس نے سب کچھ بنایا ہے اس کو نظرانداز کرکے نعمتوں کے شکریے دوسروں کی طرف منسوب کردئے جائیں۔ پھر اس تخلیق کا اعادہ ماں باپ کے ذریعے ہوتا ہے اور پھر ماں باپ کے ساتھ آپ کا وجود بنتا ہے۔ اگر ایک تخلیق کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ احسان کا سلوک کریں گے تو جو عظیم خالق ہے لازماً اس کے لئے بھی دل میں امتنان اور احسان کے جذبات زیادہ زور کے ساتھ پیدا ہونگے اور پرورش پائیں گے۔ پس یہ دو مضمون جڑے ہوئے ہیں۔

جو ماں باپ کے احسان کا خیال نہیں کرتا اور جواباً ان سے احسان کا سلوک نہیں کرتا اس سے یہ توقع کرلینا کہ وہ اللہ کے احسان کا خیال کرے گا یہ بالکل دور کی کوڑی ہے۔ پس ماں باپ کا ایک تخلیقی تعلق ہے جسے اس مضمون میں ظاہر فرمایا گیا ہے اور رمضان مبارک میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مقصد خدا تعالیٰ کو پانا قرار دیا ہے اور خدا تعالیٰ کو حاصل کرنا بنیادی مقصد بیان فرمایا ہے۔ پس اس تعلق سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو سب سے زیادہ قرآن کا عرفان پلائے گئے آپؐ نے یہ مضمون ہمارے سامنے اکٹھا پیش کیا کہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت ہر قسم کے محسنوں کا احسان اتارنے کی کوشش کرو۔ ماں باپ کا احسان تو تم اتار سکتے ہو ان معنوں میں کہ تم مسلسل ان سے احسان کا سلوک کرتے رہو، عمر بھر کرتے رہو۔ اگر احسان نہ بھی اترے تو کم سے کم تم ظالم اور بے حیا نہیں کہلاؤ گے۔ تمہارے اندر کچھ نہ کچھ یہ طمانیت پیدا ہوگی کہ ہم نے اتنے بڑے محسن اور محسنہ کی کچھ خدمت کرکے تو اپنی طرف سے کوشش کرلی ہے کہ جس حد تک ممکن تھا ہم احسان کا بدلہ اتاریں۔ اللہ تعالیٰ کے احسان کا بدلہ نہیں اتارا جاسکتا اور ایک ہی طریق ہے کہ ہر چیز میں اپنی عبادت کو اسی کے لئے خالص کرلو، اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷/جنوری ۱۹۹۷ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۷/مارچ ۱۹۹۷ء)

اسی طرح حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

''ماں باپ کے احسان کا بدلہ احسان سے دینا یہ مضمون تو کسی حد تک سمجھ میں آجاتا ہے مگر اللہ کا بدلہ احسان سے کیسے دو۔ یہ مضمون حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیں سمجھا دیا اور یوں سمجھایا کہ نماز میں اس طرح نمازیں ادا کرو، اس طرح حضور اختیار کرو خدا کے سامنے کہ گویا وہ تمہیں سامنے کھڑا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اور اگر یہ نہیں کرسکتے تو اتنا ہی خیال رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ جو احسان ہے یہ کامل توحید کا مظہر ہے۔ جب دوسرے سب خدا مٹ جاتے ہیں، جب تمام تر توجہ خدا کی طرف ہو جاتی ہے اس وقت یہ احسان ہوتا ہے، اس کے بغیر ہو نہیں سکتا''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴/جنوری ۱۹۹۷ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴/مارچ ۱۹۹۷ء)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

مجھے کیا خبر کہ وہ ذکر تھا ، وہ نماز تھی کہ سلام تھا
مرا اشک تھا مقتدی ، ترا حرف حرف امام تھا
ترے رخ کا تھا وُہی طنطنہ ، مری دید کا وہی بانکپن
کہ بس ایک عالَمِ کیف تھا ، نہ سجود تھا نہ قیام تھا
مَیں ورائے جسم تری تلاش میں تھا مگن ، مجھے کیا خبر
کہ ہر ایک ریزۂ تن میں بھی تری جلوتوں کا نظام تھا
مجھے رت جگوں کی صلیب پر زرِ خواب جس نے عطا کیا
وُہی سحر ،سحرِ مبین تھا ، وہی حرف ، حرفِ دوام تھا
مجھے عرش و فرش کی کیا خبر ، مجھے تُو ملا تھا جہاں جہاں
وُہی آسماں تھی مری زمیں ، وُہی فرش عرش مقام تھا
مرے دسترس میں جو آگیا ، ترے حُسن کا کوئی زاویہ
وُہی سلطنت مرے حرف کی ، وُہی تاجدارِ کلام تھا
ترے گُنجِ لب سے رواں دواں ، وہ جو ایک سیلِ حُروف تھا
اُسے لہر لہر سمیٹنا اسی کملی والےؐ کا کام تھا

(رشید قیصرانی)

صبح کی برکات

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آج کل عموماً نوجوان اہل مغرب کے تمدن کی تقلید میں صبح کو دیر سے اٹھتے ہیں۔ حالانکہ صبح کا وقت دو خاص برکتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔

ایک تو ﴿وَبِالْاَسْحَارِهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾(الذّٰریٰت:19) کے مطابق وہ استغفار کے لئے خاص وقت ہے۔

دوم۔﴿ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ﴾(بنی اسرائیل: 79)۔ دوسرے اوقات کے قرآن سے زیادہ بابرکت اور ثواب کا موجب ہے۔ فجر کا وقت پَو پھٹنے کے پہلے اور سحر کا وقت فجر سے پہلے کا ہوتا ہے۔

دعائے قرب

قرآن مجید میں ایک دعا ہے جس کی تاثیر یہ ہے کہ اس کا کثرت سے مانگنا انسان کو مقربین میں داخل کردیتا ہے۔ حالانکہ وہ دعا اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۔ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۔ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾(المومن:8-10)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہر ایک چیز کا تُو نے اپنی رحمت اور علم سے احاطہ کیا ہوا ہے۔ پس توبہ کرنے والوں کو اور اپنے راستے کے اوپر چلنے والوں کو معاف فرما اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اے ہمارے رب! اور ان کو اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی دائمی جنتوں میں داخل کر، جن کا تُو نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ تُو غالب (اور) بڑی حکمت والا ہے اور تُو ان کو تمام تکلیفوں سے بچا اور جس کو تُو اس دن تکلیفوں سے محفوظ رکھے تو یقیناً تُو نے اس پر رحم کیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

بھلا بتلاؤ تو کیا وجہ ہے۔

(مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل رضی اللہ عنہ جلد دوم صفحہ 887-888)

صداقت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

(احسان الله دانش- ربوہ)

آج کل اسلام دُشمن عناصر اور خاص کر عیسائی دُنیا نے مذہب اسلام پر حملوں کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اور اس ضمن میں خاص طور سے بانی اسلام حضرت رسول کریم ﷺ کی ذات مبارک اور آپ کی لائی ہوئی تعلیم یعنی قرآن کریم کو بیہودہ اور لچر اعتراضات کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور اس بیہودگی کے لیے جھوٹ، دجل، فریب اور تلبیس کا اس کثرت سے استعمال کیا جا رہا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسلام دشمن عناصر کے پاس اسلام کے خلاف کوئی دلیل اور اس پر اعتراض کرنے کے لیے کوئی جائز وجہ ہے ہی نہیں۔ اسلام کے خلاف کثرت سے جھوٹا اور گندہ پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے اور آج کی نام نہاد مہذب دُنیا اس اخلاق سوز، دل آزار اور بلا ثبوت بک بک پر آزادیٔ اظہار کے نام پر خاموش رہتی ہے۔ آزادیٔ اظہار کا کبھی یہ مطلب تو نہیں رہا کہ کسی کو جھوٹ اور دجل و فریب کی کھلے عام اجازت دے دی جائے۔ بلکہ دستور تو یہ ہے کہ عام دُنیا کی عدالتوں میں بھی اگر کسی پر کسی جُرم کا مقدمہ بنایا جائے تو باوجود اس کے کہ اس کی عصمت اور پاک دامنی کوئی ثابت شدہ امر نہیں ہوتا اور نہ ہی دوست دُشمن کا اس پر اتفاق ہوتا ہے کہ یہ شخص اخلاقی طور پر اس درجہ کا ہے بلکہ اگر جانتے بھی ہوں کہ اس سے کوئی ایسی حرکت بعید از قیاس نہیں پھر بھی مقدمہ قائم کرنے والے سے ثبوت طلب کیا جائے گا اور تسلی بخش ثبوت مہیا نہ کر سکنے پر اس ملزم کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ثبوت مہیا نہ ہونے پر عدالت ایسے ملزم کو یہ حق بھی دیتی ہے کہ ایسا مقدمہ قائم کرنے والے یعنی مدعی کے خلاف ہتک عزت اور ہرجانہ کا دعویٰ بھی کرے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو دُنیا میں بدباطن اور گندے دل و دماغ والے لوگ تو شرفاء کا جینا حرام کر دیں اور ہر بے شرم جسے جھوٹ بولنے سے صرف سزا کا خوف ہی روک سکتا ہے، کھل کر اپنی غلاظتوں سے معاشرہ کو خراب کرتا چلا جائے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا﴾ (النجم:29) یعنی حتمی بات کے مقابل پر شک کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عام شخص پر جھوٹ کا الزام لگانا مہذب معاشرے میں بُرا خیال کیا جاتا ہے بلکہ اشتہاری مجرموں پر بھی اگر کوئی نئی فرد جرم لگائی جائے تو بھی ثبوت پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام جن کی پاک دامنی پر ہم عصر مخالف اور موافق گواہ ہوتے ہیں جان کے دُشمن بھی ان کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی دیتے ہیں۔ کروڑ ہا بندگان خدا ان کا اُسوہ اپنی زندگیوں میں بطور اخلاق کے اپناتے ہیں اور ان پاکیزہ ہستیوں کے عشق و محبت سے اپنی زندگی کا سامان کر رہے ہوتے ہیں۔ ان پاکیزہ ہستیوں کے بارہ میں بلا ثبوت اس امر کے کہ کبھی وہ جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہوں یا ادنیٰ معاملات میں کوئی بددیانتی کا الزام لگا ہو یا کسی کو اس امر میں اپنا رازدان بنایا ہو کہ جو وہ سلسلہ شروع کر رہے ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے، یا کبھی موت جیسی تکلیف سامنے دیکھ کر خود ہی اپنے جرم کا اعتراف کر لیا ہو، فوراً تہمت لگانے پر تیار ہو جانا اور ہزاروں گواہیوں کے مقابل پر عدم علم کو بنیاد بنا کر، بیہودہ اندازے لگا کر حقیقت کو ردّ کر دینا کہاں کی علمیت اور تنقیدی تحقیق ہے۔ اس رویہ کو تو خود دیانتدار مستشرقین ناپسند کرتے ہیں اور اسے تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

چنانچہ ممتاز مستشرق Jeffery Lang اور کیرم آرمسٹرانگ اس بارہ میں وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مستشرقین ایک طرف تو احادیث کو قابل اعتراض ٹھہراتے ہیں اور پھر خود ہی ان میں سے مستند روایات کو چھوڑ کر غیر مستند حصہ کو اپناتے ہیں اور اس پر اپنے غلط اندازوں کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور اسلام اور قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہوئے خود اپنے ہی مسلمہ قوانین کو جھٹلا دیتے ہیں۔ انہیں خیالات کا اظہار ممتاز مستشرق Edward Said نے بھی کیا ہے *(Jeffrey Lang, Struggling to Surrender, Maryland: Amana Publications, 1994, p.92) and (Edward Said, Orientalism, NY: Pantheon Books, 1978)*

اور پھر خاص طور پر حضرت رسول کریم ﷺ کے بارہ میں ایسا رویہ اختیار کرنا کہاں کی دیانتداری ہے کہ جن کی سیرت اور سوانح مستند ترین تاریخی ثبوتوں کے ساتھ ناقابل تردید دلائل سے بھری پڑی ہے کہ قرآن کریم آپ نے بلاتحریف و تبدل ہم تک پہنچایا ہے۔ کسی بھی تاریخی طور پر مسلّم واقعہ کو اندازے لگا کر اگر رد کیا جانے لگا تو پھر کسی بھی چیز کی صداقت پرکھنے کی کوئی کسوٹی باقی نہ رہے گی۔ اگر مستند تاریخی حقائق کو ان بے پر کے اندازوں سے آلودہ کیا جانے لگا تو تاریخ پر کون یقین کرے گا۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ رسول کریم ﷺ کے اعلیٰ مکارم اخلاق کو نظر انداز کرتے ہوئے بار بار اس قسم کے قیافے اور بلا ثبوت اندازے سادہ لوح اور ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ کا مقابلہ انتہائی درجہ کی جھوٹی اور فریب دینے والی قوم سے تھا۔ وہ تو کھلم کھلا تسلیم کرتے تھے کہ جہاں بھی انہیں موقع ملے گا وہ اسلام کو مٹانے کے لئے کوئی بھی جھوٹ گھڑ سکتے ہیں۔ چنانچہ ہرقل شاہ حبشہ اور ابوسفیان کے مابین جو بات چیت ہوئی اس میں ابوسفیان اپنی اسی نیت کا اعتراف کرتا ہے کہ اگر موقع ملتا تو ضرور جھوٹ بولتا (دیکھیں بخاری کتاب بدء الوحی باب بدء الوحی) مگر مزید یہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی زندگی کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی بھی موقع پر رسول کریم ﷺ کے بارہ میں یہ شک کیا ہی نہیں جا سکتا کہ آپ ادنیٰ سی بھی بددیانتی کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ آپ کی سیرت و سوانح کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ کسی چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی آپ کی ذات کی طرف کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ بددیانتی کبھی منسوب کی ہی نہیں جا سکتی۔ اور دوست تو دوست دُشمن بھی اس حقیقت کے قائل ہیں۔ خدا تعالیٰ بھی گواہی دیتا ہے کہ آپ نے کوئی تبدیلی نہیں کی اور مومنین بھی یہی گواہی دیتے ہیں۔ بلکہ رسول کریم ﷺ کے ہم عصر مخالفین بھی یہ گواہی دیتے اور کھلم کھلا اعتراف کرتے ہیں کہ اُنہیں اپنی ذات سے زیادہ رسول کریم صل اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی سچائی اور دیانتداری پر یقین ہے۔ چنانچہ قرآن کریم آنحضرت ﷺ کے اسوہ کو صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

(سورۃ یونس آیت نمبر17)

یعنی کہہ دے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر اس کی تلاوت نہ کرتا اور نہ ہی تمہیں اس بارہ میں کچھ بتاتا۔ مَیں تم میں اس سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں۔ کیا تمہیں عقل نہیں۔

ذیل میں ہم مختلف پہلوؤں سے آنحضور ﷺ کی سوانح کا مطالعہ کر کے اس معاملہ میں روشنی حاصل کرتے ہیں کہ آیا آنحضور ﷺ کا اسوہ کسی جھوٹے شخص کا اسوہ ہو سکتا ہے؟

آنحضور ﷺ کی قبل از بعثت زندگی آپ کی صداقت کا ثبوت ہے

آنحضرت ﷺ کی قبل از بعثت زندگی آپؐ کے راستباز اور سچا ہونے کا ایک ایسا ناقابل تردید ثبوت ہے جو آپؐ کی ذات کے حوالہ سے پیدا کیے جانے والے تمام تر شکوک کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکتا ہے۔ ایک شخص جو اپنے روزمرّہ کے معاملات میں اتنے شفاف کردار کا حامل ہے کہ ساری زندگی کسی ایک جھوٹ یا بددیانتی کا مرتکب نہیں ہوا، کیسے ممکن ہے کہ پہلی بددیانتی ہی اتنی بڑی کرے کہ خدا تعالیٰ کے معاملہ میں جھوٹ گھڑ کر بنی نوع کو گمراہ کرنا شروع کر دے۔ آنحضرت ﷺ دعویٔ نبوت سے قبل چالیس سال تک ایک ایسے شہر میں سکونت پذیر رہے جو کئی لحاظ سے عرب کا مرکز تھا اور اس مرکزی شہر میں آپؐ نے ایک بھرپور معاشرتی زندگی گزاری۔ ایک ایسی معاشرتی زندگی کہ سارا معاشرہ آپ کی زندگی کے شب و روز کا معائنہ کرنے کے بعد آپؐ کے اعلیٰ اخلاق اور عادات اور اُجلے چال چلن کا گواہ بن چُکا تھا۔ زندگی کا کوئی ایک پہلو بھی ایسا نہ بچا تھا جو دُنیا کی نظروں سے اوجھل رہا اور لوگوں کے سامنے نہ آیا۔ پس اس معاشرہ سے جب ہم آپ کی سیرت کے بارہ میں معلومات اکٹھی کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ گھر سے باہر اور گھر کے اندر ہر جگہ آپؐ کی عظمت کردار کی گواہیاں بکھری پڑی ہیں۔ سب سے پہلے ہم آپ کی صداقت اور دیانت کے حوالہ سے آپ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی صداقت اور دیانت پر گواہیاں

آنحضور ﷺ کی صداقت کی اور امانت دار ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل آپ کے ابتدائی اسلام لانے والے صحابہ ہیں۔ آپ پر پہلے ایمان لانے والے نہ تو کوئی اجنبی تھے اور نہ ہی ناواقف۔ بلکہ سب سے پہلے وہی لوگ ایمان لائے جو آپ کو قریب سے دیکھ اور پرکھ چکے تھے اور آپ کی زندگی کے لمحہ لمحہ کے گواہ تھے۔ کس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص دھوکہ دہی کا مرتکب ہو رہا ہو اور اس کے دھوکے میں سب سے پہلے وہ لوگ آئیں جو اسے سب سے زیادہ جانتے ہوں۔ یہ شہادت ایسی مضبوط ہے کہ کسی دُشمن کو بھی اس کے تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ چنانچہ جان ڈیون پورٹ آپ کے بارہ میں رقم طراز ہیں:

"It is strongly corroborative of Mohammed's sincerity that the earliest converts to Islam were his bosom friends and the people of his household, who, all intimately acquainted with his private life, could not fail to have detected those discrepancies which more or less invariably exist between the pretensions of the hypocritical deceiver and his actions at home."

(John Davenport: An Apology for Mohammed and the Koran, London: 1869 P. 17.)

یعنی محمد ﷺ کے خلوص و وفا کی بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ پر ایمان لانے والے ابتدائی لوگوں میں آپ کے قریبی دوست، گھریلو تعلقات والے افراد تھے جن کا آپ کی ذاتی زندگی سے قریبی واسطہ تھا، جنہیں کبھی کوئی ایسی معمولی سی بات بھی نہیں ملی جو ایک دھوکہ دینے والے کی معاشرتی زندگی اور ذاتی زندگی میں فرق کرتی ہے۔

اس حوالہ سے جب ہم آپ کی سوانح پر نظر ڈالتے ہیں تو حیرت انگیز اور ناقابل تردید دلائل کا انبار نظر آتا ہے۔ مثلاً آپ نے ایک شوہر کے طور پر زندگی گزاری۔ بیوی انسان کی سب سے قریبی ساتھی ہوتی ہے، اس سے خاوند کی کمزوریاں بھی چھپی نہیں رہ سکتیں اور خوبیاں بھی دوسروں کی نسبت اس کی نظر میں پہلے آجاتی ہیں۔ حضرت خدیجہؓ کی ایک گواہی تو آپ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارہ میں ہے۔ یعنی ایک تو وہ گواہی ہے جو آپؓ نے آنحضرت صل اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تجارت میں دیانت داری اور صداقت کا سُن کر عملی انداز میں یوں دی کہ آپ سے شادی کر کے اپنا سب کچھ آپ کو سونپ دیا۔ مگر کیا یہ عملی گواہی کسی غلط فہمی کا نتیجہ تھی؟ کیا آپ رسول کریم ﷺ کے اسوہ سے خلاف واقعہ متاثر ہوئی تھیں؟ نہیں بلکہ یہ گواہی بعد میں آنحضور ﷺ کے ساتھ رہنے اور آپ کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کرنے کے بعد اور بھی نکھر کر سامنے آئی۔ حضرت خدیجہؓ شادی کے قریباً 15 سال آپؐ کے ساتھ گزارنے کے بعد بھی کیا گواہی دے رہی ہیں، ملاحظہ کریں۔ بخاری کی ایک لمبی روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ جب حضرت رسول کریم ﷺ پہلی وحی کے بعد انتہائی درجہ احساس ذمہ داری کی وجہ سے گھبرائے ہوئے گھر واپس آئے اور حضرت خدیجہؓ سے اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو آپؓ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: كَلَّا واللّٰه ما یخزیک اللّٰه ابدا انک لتصل الرحم و تصدق الحدیث یعنی ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ آپؐ تو صلہ رحمی کرتے ہیں اور **راست گوئی سے کام لیتے ہیں۔** (بخاری کتاب التعبیر باب اول ما بدئ به رسول الله من الوحی الرؤیا الصالحة)

بیوی کی گواہی تو ہم نے دیکھی۔ یہ کوئی ایسی گواہی نہیں کہ عام نظروں سے دیکھی جائے۔ دن رات کا ساتھ اور 15 سال میں ہزاروں چھوٹے بڑے معاملات میں آپؐ کے اسوہ کا بنظرِ غور مطالعہ کرنے کے بعد یہ گواہی دی جا رہی ہے۔

اب بیٹی کی گواہی بھی سنیے۔ آپؐ کی محبوب بیٹی حضرت فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کی آخری بیماری میں ایک دفعہ آپؐ کے پاس بیٹھی تھیں۔ آپ نے ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ رونے لگ گئیں۔ آپؐ نے پھر ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ ہنسنے لگیں۔ آپؐ کی وفات کے بعد لوگوں نے ایک مرتبہ رونے اور دوسری مرتبہ ہنسنے کا سبب پوچھا تو کہا کہ پہلی بار آپؐ نے یہ خبر دی کہ اسی مرض میں میری وفات ہو جائے گی۔ یہ سُن کر مَیں رونے لگی۔ پھر آپؐ نے بتایا کہ اہل بیت میں سے مَیں وہ پہلی ہوں جو آپؐ کے بعد فوت ہو کر آپؐ سے ملوں گی۔ یہ سُن کر میں ہنسنے لگی۔ (بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاته)

ذرا غور کیجیے! کبھی کوئی موت کی خبر سُن کر بھی ہنسا ہے۔ یہ ہنسی کتنی بڑی گواہی ہے اس بیٹی کی کہ ساری زندگی اپنے باپ (ﷺ) کو قریب سے دیکھنے کے بعد اسے اپنے باپ (ﷺ) کی سچائی پر پورا پورا یقین ہے کہ جس طرح زندگی میں کبھی غلط بیانی نہیں کی اسی طرح وہ تمام بشارتیں جو اس نے اپنی بیٹی کو بعد الموت اپنی اور بیٹی کی قربت اور جنت کی سیادت کی دیں ہیں وہ برحق اور ضرور پوری ہونے والی ہیں۔ پس اگر یہ یقین ہو تو پھر کون موت کی خبر ہنس کر نہ سنے گا؟

بیوی کی گواہی سنی، بیٹی کی سنی۔ اب ذرا ایک قریبی دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گواہی بھی دیکھ لیجیے۔ جب آنحضرت ﷺ نے خدا طرف سے بنی نوع کا رسول ہونے کا دعویٰ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شہر سے باہر تھے۔ جب واپسی کے راستہ میں مکہ کے لوگوں سے آنحضور ﷺ کے دعویٔ نبوت کے بارہ میں سُنا تو فی الفور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ کیا جو انہوں نے سُنا ہے وہ سچ

ہے۔آپ نے اپنے دعویٰ کی صداقت کے ثبوت میں کچھ کہنا چاہا تو عرض کی کہ صرف یہ بتادیجئے کہ آیا جو میں نے سُنا ہے وہ سچ ہے۔ آنحضور ﷺ نے پھر کچھ بتانے کے لیے لب کھولے تو پھر عرض کی صرف یہ بتادیجیے کہ آپ نے ایسا دعویٰ کیا ہے۔ جب آپ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت ابوبکرؓ فوراً ایمان لے آئے۔ اور کوئی دلیل طلب نہ کی۔ اور طلب کرنے کی ضرورت بھی اس لیے محسوس نہ کی کہ آپ کی زندگی کے شب وروز ان کے سامنے تھے جو حضرت ابوبکر کو یہ ماننے پر مجبور کررہے تھے کہ محمد ﷺ کے مُنہ سے سوائے سچائی کے اور کچھ نکل ہی نہیں سکتا۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابوبکر)

یہ ذکر ابھی ابھی گزرا ہے کہ آپ نے بہت ہی بھرپور سماجی زندگی گزاری۔تفصیل کے بیان کا تو موقع نہیں لیکن ایک طائرانہ نگاہ ڈالیے۔دیکھیے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں رضا کاروں کے ساتھ مل کر کام کیا..... جنگ کے دوران افواج کی مدد کی ...... اصلاح معاشرہ کی خاطر بنائی گئی تنظیموں میں بھی شامل ہوتے رہے جیسے حلف الفضول......سماجی تقریبات میں بھی شریک ہوتے رہے......لین دین کے معاملات کی طرف نظر کیجئے۔ بڑے بڑے کامیاب تجارتی دورے کیے......اتنی بھرپور اور کھلی کتاب کی مانند سماجی اور معاشرتی زندگی گزاری کہ اس کی مثالوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ان سب پہلوؤں پر قریب سے نظر کرنے کے بعد پھر اس قوم کا آپ کو ''صادق'' اور ''امین'' کا خطاب دینا ایک ایسی گواہی ہے کہ اس شان کی گواہی اور کسی شخصیت کے حق میں کبھی نہیں دی گئی۔ یہ ایک ایسی گواہی ہے کہ ہر قسم کے تعصب کو چیرتی ہوئی آج بھی مخالفین کے دلوں کی گہرائیوں سے نکل آتی ہے۔ چنانچہ ولیم میور جیسا متعصب انسان بھی یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ:

"Our authorities all agree in ascribing to the youth of Mohammad a modesty of deportment and purity of manners rare among the People of Mecca… Endowed with a refined mind and delicate taste, reserved and meditative, he lived much within himself, and the ponderings of his heart no doubt supplied occupation for leisure hours spent by others of a lower stamp in rude sports and profligacy. The fair character and honorable bearing of the unobtrusive youth won the approbation of his fellow-citizens; and he received the title, by common consent, of Al-Ameen, the Trustworthy."

(Sir William Muir: Life of Mohammad, London 1903.Intorduction pg 17)

یعنی ہماری تمام تر تحقیقات اس معاملہ میں متفق ہیں کہ محمد (ﷺ) کی جوانی توازن اور پاکیزگی کا شاہکار تھی جو اس دور کے عربوں میں مفقود تھا۔ایک اُجلا ذہن اور نفیس طبیعت، مفکرانہ انداز، وہ اپنے آپ میں ہی مگن رہتے تھے۔اپنے دل میں کسی گہری سوچ میں غرق۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؐ نے بہت سے قیمتی اوقات مراقبہ میں گزارے جبکہ دوسرے لوگ وہ وقت کسی ادنیٰ درجہ کی مصروفیت یا کھیل تماشہ میں گزار دیتے تھے۔شفاف کردار اور جوانی کے دنوں میں باکردار اطوار نے باقی بستی والوں کے دلوں کو جیت لیا تھا۔اور عوام میں آپ کو خطاب ملا تھا ''الامین'' سب سے بڑھ کر قابل اعتماد۔

معاشرہ میں ایسی نکھری اور اجلی شخصیت کے طور پر ایسا مشہور ہونا کہ ساری قوم کا آپ کو صادق اور امین کا خطاب دے دینا، اس سے یہ حقیقت اور بھی واضح ہوجاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس معاشرہ میں نیکی اور عمدہ چال چلن بالکل معدوم ہو چکا تھا۔ اور ان اقدار کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی تھی۔عزتوں کے پیمانے بدل چکے تھے۔ چنانچہ اس دور کی تاریخ اور ادب جو معاشرہ پیش کرتا تھا اس کے مطابق ظلم زیادتی ،فسق بدکاری، ناجائز حرکات اور دیوثیت عظمت کے پیمانے ٹھہر چکے تھے۔.....اور اس دور میں حضرت رسول کریم ﷺ کا بے داغ اسوہ اور بے نظیر اخلاق آج بھی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ کسی صاف معاشرے میں اچھا بن کر رہنا مشکل نہیں۔مگر ایک گندے معاشرے میں بے داغ کردار یقیناً عام حالات کی نسبت بہت زیادہ غیر معمولی بات ہے۔

عرب کی اخلاقی اور سماجی حالت کو ذہن میں رکھتے ہوئے سوچیے کہ اس دور میں ایسے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ اس شان سے کرنا کہ پورا سماج آپ کا نام آتے ہی عظمت اور شوکت کے اپنے خودساختہ پیمانوں کو خود ہی توڑ دیتا تھا اور آپؐ کے صادق اور امین ہونے کی گواہی دینے لگتا۔کس درجہ عظیم الشان گواہی ہے۔کس قدر مجبور تھی وہ قوم کہ جن کے اربابِ بسط وکشاد، جب بھی حقیقی عزت اور مرتبے کی بات آتی تو سر اسی نوجوان کے آگے جھکاتے۔

پھر جب آنحضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو پہلے قوم کو گواہ بنایا کہ تم بتاؤ کہ اب تک کی زندگی پر تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں؟ اور پھر قوم کا گواہ بن جانا اور اس وقت یہ اعتراف کرنا کہ تمہاری گزشتہ زندگی اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ایسی بات تمہارے مُنہ سے نہیں نکلی اور نہ ہی نکل سکتی ہے جو جھوٹی، ناقابل اعتبار اور سچائی کے معیار سے گری ہوئی ہو۔ جسے ہم ردّ کرسکیں۔اور گواہی بھی اس شان کی کہ کوئی ایک بھی تو نہ تھا جو پیچھے ہٹا ہو یا قوم کی گواہی میں اپنی گواہی شامل کرنے سے ذرہ بھی ہچکچایا ہو۔ فرمایا اگر مَیں کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر تمہاری تباہی کی غرض سے جمع ہے تو میری بات مان لوگے۔سب نے بیک زبان کہا کہ ہاں!!! کیونکہ آپ صادق اور امین ہیں۔اور آپ کی ذات سے ہمیں کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں ہوا۔ یہ اقرار کوئی عام اقرار نہ تھا، قومی اقرار تھا۔ ذرا بنظر غور دیکھئے کہ اس قوم کو آنحضور ﷺ کی صداقت پر کس قدر کامل یقین تھا کہ اہل مکہ کے چرواہے روزانہ اپنے مویشیوں کے ساتھ دور دور تک نکلتے تھے۔صبح سے شام تک وہ لوگ صحرانوردی کرتے۔ جب بھی حملہ ہوتا تو سب سے پہلے چرواہے ہی شکار بنتے۔ پس اگر درحقیقت کوئی لشکر ہوتا تو لازماً ان کو خبر ہوتی۔ کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ وہ اپنے مویشیوں کے ساتھ خیر وعافیت سے لوٹے تھے اور اب اس دعوت میں شریک تھے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کو تو جھٹلا دیا جو ابھی ابھی سب کچھ دیکھ آئی تھیں اور ''صادق'' کی خبر کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔اور اپنی آنکھوں سے زیادہ ''امین'' پر اعتماد کیا۔کیا کوئی اور مثال ہے کہ پوری قوم کے لوگ اپنی اپنی ذات پر یقین کرنے سے زیادہ کسی ایک انسان کی صداقت پر یقین رکھتے ہوں۔اس اعلان کو وہ لوگ سُن رہے تھے جو ابھی صحرا سے لوٹے تھے اور اب اس کی بات سُن رہے تھے جس کی شہادت پر اپنی آنکھوں کی شہادت سے زیادہ اعتبار تھا۔تاریخ میں کسی کی صداقت پر اتنی مضبوط گواہی کوئی ہو تو لاؤ۔تاریخ کے صفحات میں صرف ایک انسان ہی اس شان کا ہے اور بس۔ پس جب فرمایا اگر میں کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر تمہاری تباہی کی غرض سے جمع ہے تو کیا تم مان لو گے؟ سب نے بیک زبان کہا ہاں کیوں کہ آپ صادق اور امین ہیں۔کیا ہی عظیم گواہی دی اس قوم نے اس موقع پر کہ ''مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا'' (بخاری کتاب تفسیر القرآن باب انذر عشیرتک الأقربین) کہ آپ کی ذات سے ہمیں ہمیشہ سچ ہی کا تجربہ ہوا ہے۔وہ عرب کے بدو رسول کریم ﷺ کی چالیس سالہ زندگی کی تاریخ اور اس قانون شہادت کو کس طرح جھٹلا سکتے تھے جن کی گواہ تین نسلیں وہاں موجود تھیں۔ وہ بظاہر ایک جاہل اور وحشی قوم تھی مگر دلیل اتنی واضح، آسان فہم اور قوی پیش کی جارہی تھی کہ بظاہر ایک بعید از قیاس بات بھی ماننے پر مجبور تھے۔ حضرت محمد ﷺ اپنی گزشتہ زندگی کا حوالہ دے کر قوم سے بات کررہے تھے جو حوالہ ماننے پر اس معاشرہ کا ہر شخص مجبور تھا۔ اللہ اللہ کس شان کی گواہی تھی۔ ''اگر میں کہوں کہ ایک لشکر جرار اس پہاڑ کے پیچھے سے تم پر حملہ کرنے کو تیار کھڑا ہے۔'' یعنی تم کہ جو ابھی ابھی اس دشت سے لوٹے ہو۔ سب کچھ خود دیکھ آئے ہو۔اب بتاؤ اپنی آنکھوں کو جھٹلاتے ہو یا مجھے جھوٹا کہتے ہو؟ بیسیوں سر کس طرح جھک گئے جب وہ پُرشوکت آواز بلند ہوئی۔سُننے والے آج بھی ان صداؤں کو سُن سکتے ہیں جو ان جھکی گردنوں کی تھیں کہ بخدا اپنا آنکھوں دیکھا تو جھٹلا سکتے ہیں مگر اس صدوق کی خبر نہیں جھٹلا سکتے۔ ہزار ہا اخلاقی گراوٹوں کے باوجود اہل مکہ ابھی ابن وراق کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ چڑھتے سورج کا انکار کردیں۔ یہی تو وہ قانون شہادت ہے جس پر آج تک دُنیا قائم ہے۔

غرض رسول کریم ﷺ نے ہر لحاظ سے اس معاشرے کو یہ موقع دیا کہ وہ آزما لیں، دیکھ لیں اور گواہ بن جائیں۔ چالیس سال کوئی ایسا معمولی عرصہ نہیں کہ اس کی تاریخِ عالم میں کوئی مثال مل سکے کہ ایک شخص نے اس عرصہ میں اپنی قوم میں ایک بھرپور سماجی زندگی گزاری ہو اور پھر قوم اس کی صداقت پر ایسی متفق ہوگئی ہو کہ اپنی آنکھوں کو جھٹلانا تو آسان لگے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی بات کو جھٹلانا بس میں نہ رہے۔ایک دشمن زبان اس موقعہ پر یہ کہہ سکتی ہے کہ اس وقت تک قوم کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے اس لئے سب نے آپ کی صداقت کی گواہی دے دی۔مگر ہم کہتے ہیں کہ اس کی قوم تو تیرہ (13) سال تک اس کے دعوی کو سُننے کے بعد بھی اسے سچا ہی سمجھتی رہی اور یہی گواہی دیتی رہی۔ابوجہل کا وہ قول کیوں بھلا دیتے ہو ''اِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ'' یعنی اے محمد ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے۔ہم تو اس تعلیم کا انکار کرتے ہیں جو تو لایا ہے۔

(ترمذی کتاب التفسیر باب ومن سورۃ الانعام)

ہرقل کے دربار میں ابوسفیان کی گواہی بھی ایک ناقابل تردید ثبوت ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بارہ میں اپنوں اور بیگانوں میں متفق علیہ یقین تھا کہ آپ کامل طور پر صادق انسان ہیں۔ چنانچہ جب ابوسفیان سے ہرقل نے پوچھا کہ کیا محمد (ﷺ) نے کبھی جھوٹ بولا ہے۔تو اس نے واضح طور پر کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ چنانچہ بخاری میں ہے: هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكِذْبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ۔ قُلْتُ: لَا۔

(بخاری کتاب بدء الوحی باب بدء الوحی)

(ابوسفیان کہتا ہے کہ قیصر نے پوچھا کہ) کیا تم اس کے اس دعوے سے قبل جھوٹا ہونے کا الزام لگاتے تھے۔تو مَیں نے کہا: نہیں۔ ہرقل ایک جہاندیدہ اور عقل مند آدمی تھا وہ سمجھتا تھا کہ دعویٰ کے بعد تو اہل مکہ کچھ بھی کہتے ہوں گے کیونکہ دعوے کے بعد تو دشمنی پیدا ہوگئی ہے دعویٰ کے بعد تو مخالف جھوٹ کا الزام لگا سکتے ہیں۔لیکن اگر دعویٰ سے قبل آپ کو سچا سمجھا جاتا تھا تو پھر ناممکن ہے کہ روزمرّہ زندگی میں ادنیٰ ادنیٰ معاملات میں سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینے والا شخص خدا تعالیٰ کے معاملہ میں راستی اور راستبازی کو چھوڑ دے۔ دیکھنے والی بات ہے کہ کیا اس دعوے سے قبل وہ محمد (ﷺ) کی طرف کوئی جھوٹ منسوب کرتے تھے کہ نہیں۔ چنانچہ جب ابوسفیان نے باوجود دُشمن ہونے کے آنحضور ﷺ کی صداقت کی گواہی دی تو ہرقل نے کیا خوب کہا:

انبیاء کا صادق اور سچا ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جو ان کے دُشمنوں کو بھی تسلیم ہوتی ہے۔

(بخاری کتاب بدء الوحی باب بدء الوحی)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی نمائندگی کا استحقاق اسی کو ہوتا ہے جو سچائی کے ساتھ کامل وابستگی کی بدولت ہمیشہ خدا تعالیٰ کا معتمد ہوتا ہے۔ چنانچہ ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغام کے تعلق میں بنی نوع انسان کے ساتھ کسی بھی قسم کی ناانصافی کا مرتکب ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی تمام صلاحیتوں کو ایک کامل تناسب اور توازن کے کمال تک پہنچانے کے بعد ہی اسے نبوت کے اعلیٰ مقام پر سرفراز کیا کرتا ہے اور اپنا کامل اعتماد اسے عطا فرماتا ہے اور وہ بندہ کبھی بھی اس اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاتا۔

(Absolute Justice Part 1, Under Heading No.8)

پھر صرف صداقت اور امانت ہی دو ایسے اخلاق نہیں کہ جن کی رُو سے آنحضور ﷺ کی ذات پر یقین کامل پیدا ہوتا ہے بلکہ مِنْ حَيْثُ الْمَجْمُوْع آپؐ انتہائی اعلیٰ اخلاق کے حامل، ایک انسانِ کامل تھے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اور اخلاقیات کے ہر میدان میں اتنا بلند اور عظیم نمونہ دکھایا کہ آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے کے دل میں یہ بات کامل طور پر گڑ جاتی ہے کہ اس شان کا انسان جھوٹا ہو ہی نہیں سکتا۔اور آپ خدا کے سچے رسول تھے اور آپ کی سیرت کے بیشمار پہلو اس بات کے ثبوت میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔ساری زندگی ایک روشن مینار ہے اور ہر قسم کے شکوک کو رفع کرتی ہے۔ آنحضور ﷺ کی سیرت کے پہلوؤں کو دیکھ کر کوئی شخص، دوست یا دشمن، یہ گمان بھی نہیں کرسکتا کہ آپ جیسے عالی شان اسوہ کا حامل شخص جھوٹا بھی ہوسکتا ہے۔ جس نے بھی آپ کی زندگی کا بلا تعصب، دیانت داری سے مطالعہ کیا ہے وہ آپؐ کا عاشق بن گیا اور اس ایمان پر قائم ہوگیا کہ آپؐ بلاشبہ بے عیب کردار کے مالک انسان ہیں۔آپؐ ہی انسان کامل ہیں۔

دوستوں اور دشمنوں کی گواہیاں گزر چکی ہیں مگر یہ گواہیاں ایسی نہیں کہ ان کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہو۔ بلکہ یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔

۞......اینی بسنٹ رقم طراز ہیں:

"It is impossible for anyone who studies the life and character of the great Prophet of Arabia, who knows how he taught and how he lived, to feel anything but reverence for that mighty Prophet, one of the great messengers of the Supreme." *(Annie Besant: The Life and Teachings of Muhammad. Madras 1932, p. 4.)*

یہ بات ناممکن ہے کہ ایسے شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیے گئے اس عظیم الشان پیغمبرؐ کے بارہ میں انتہائی ادب اور احترام کے جذبات کے علاوہ کسی قسم کے دوسرے جذبات پیدا ہوں جس نے اس عظیم المرتبت نبی عربی (ﷺ) کی سیرت وسوانح کا مطالعہ بھی کررکھا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ آپؐ نے کس طرح قوم کی تعلیم وتربیت کی اور آداب زندگی سکھائے اور اور عملی زندگی کیسے گزاری اور کیسا اسوۂ حسنہ پیش کیا۔

۞......ٹامس کارلائل لکھتے ہیں:

During three-and-twenty years of rough actual trial, I find something of a veritable hero necessary for that myself."

(Thomas Carlyl:On Heroes, Hero-Worship and the Heroic in History, p.62)

اس کامل انسان کی زندگی کے ابتلاؤں سے بھرے ہوئے 23 سالہ دورِ حیات کے مطالعہ سے مجھے اپنی ذات کے لیے ہر قسم کی راہنمائی کا سامان ملتا ہے۔

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور صحابہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کی قبولیت کے نہایت ایمان افروز واقعات کا روح پرور بیان

آج روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہر احمدی کو دعاؤں کے ذریعہ سے، اپنی عبادتوں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق جوڑ کر ان برگزیدوں میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہئے جو روشن ستاروں کی طرح آسمان پر چمک رہے ہیں۔

(محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ مرحومہ کی علمی خدمات کا تذکرہ اور ان کے لئے دعا کی تحریک)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 8رستمبر 2006ء بمطابق 8رتبوک 1385 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نے عرب کے رہنے والے مشرکین کی ایسی کایا پلٹی کہ انہیں ایک خدا کی عبادت کرنے والا اور ہمہ وقت اس کے ذکر سے اپنی زبانوں کو تر کرنے والا بنا دیا۔ ان لوگوں نے اپنے آقا و مطاع کی پیروی میں اپنی راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے گزارنا شروع کر دیا۔ اُن لوگوں نے جہاں اپنے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی قبولیت کے نشان دیکھے۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خود اپنی قبولیت کے نشانات بھی دیکھے۔ اور یہی قبولیت کے نشانات اور اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان تھا جس نے ان کو مزید توکل کرنے والا اور دعاؤں پر یقین کرنے والا بنا دیا اور پھر وہ اُس مقام تک پہنچ گئے جہاں وہ ہر روز اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظارے دیکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے اُنہیں خدا تعالیٰ کی صفات کا فہم و ادراک عطا کیا۔ ان کی عبادتوں نے اللہ تعالیٰ کو ان سے راضی کیا۔ اور وہ اپنے پیارے خدا سے اس طرح راضی ہوئے کہ دنیا کی ہر لالچ کو انہوں نے ٹھوکروں سے اڑا دیا۔ اور وہ لوگ بعد میں آنے والوں کے لئے ہدایت کا باعث بنے۔ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے یہ سند حاصل کی جس کا ایک روایت میں یوں ذکر ملتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مَیں نے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد! تیرے صحابہ کا میرے نزدیک ایسا مرتبہ ہے جیسے آسمان میں ستارے ہیں۔ بعض بعض سے روشن تر ہیں لیکن نور ہر ایک میں موجود ہے۔ پس جس نے تیرے کسی صحابی کی پیروی کی میرے نزدیک وہ ہدایت یافتہ ہو گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی بھی تم اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ کتاب المناقب الصحابہ صفحہ 554)

پس ان روشن ستاروں نے دنیا کو ہدایت دی۔ ایک دنیا تک اسلام کا پیغام پہنچایا، ایک دنیا کو اپنے پیدا کرنے والے خدا کے قریب کیا، عرب سے باہر کی دنیا میں یہ صحابہ گئے اور اللہ تعالیٰ پر توکل، ایمان اور دعاؤں سے لوگوں نے اُن کے ہاتھوں سے دنیا میں معجزے عمل میں آتے دیکھے۔ پھر جب بڑی بڑی طاقتوں نے جو ہدایت کی اِن قندیلوں کو بجھانا چاہتی تھیں، جو انہیں ختم کرنے کے درپے تھیں اُن سے ٹکر لی تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہوئے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت دیکھتے ہوئے انہوں نے ان طاقتوں سے مقابلہ کیا تو میدان پر میدان مارتے چلے گئے۔ اس کی ایک دو مثالیں یہاں پیش کرتا ہوں۔

تاریخ میں یہ ذکر ملتا ہے کہ ایران کے خلاف جب جنگ ہوئی تو سب لوگ تُستر کے مقام پر جمع ہوئے۔ اور اہل فارس کے سپہ سالار ہرمزان اور ان کی ایرانی افواج اور پہاڑوں پر رہنے والے اور اہواز کے لشکر خندقوں میں بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ان کی امداد کے لئے بھیجا اور اہل بصرہ پر حاکم بنا دیا۔ اور باقی تمام علاقہ پر ابوسبرہؓ کو مقرر کیا۔ مسلمانوں نے کئی مہینے تک ان کا محاصرہ کئے رکھا، اکثر کو تہ تیغ کیا۔ اس محاصرے میں حضرت براء بن مالکؓ جو حضرت انس بن مالکؓ کے بھائی تھے شہید ہو گئے۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے سو مرتبہ مبارزت کی تھی اور آخری بار شہید ہو گئے تھے۔ آپ ہی کی طرح مجزاۃ بن ثور اور کعب بن ثور اور اہل کوفہ اور اہل بصرہ میں سے متعدد لوگ شہید ہوئے تھے۔ جنگ تُستر کے دوران مشرکین نے ان پر اَسّی (80) بار حملہ کیا اور کبھی یہ غالب آتے اور کبھی وہ۔ بہت شدید جنگ ہوتی رہی۔ جب آخری حملہ میں شدید جنگ ہو رہی تھی تو مسلمانوں نے حضرت براءؓ کی خدمت میں عرض کی کہ اے براء بن مالک اپنے ربّ کو قسم دیں کہ وہ ان کو ہماری خاطر شکست دے دے۔ آپؓ نے دعا کی اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ لَنَا وَاسْتَشْهِدْنِیْ کہ اے اللہ ان کو ہماری خاطر شکست دے اور مجھے شہادت عطا فرما۔ (اپنی شہادت کی بھی ساتھ دعا کی) آپؓ مستجاب الدعوات تھے۔ ان کی دعائیں بڑی قبول ہوتی تھیں۔ اس دعا کے بعد مسلمانوں نے دشمنوں کو شکست دی اور ان کو ان کی خندقوں میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا۔ اور پھر حملہ کر کے ان کے شہر میں داخل ہو گئے اور شہر کا احاطہ کر لیا۔

(التاریخ الکامل لابن اثیر جلد 2 صفحہ 368 حالات سنہ ثمان عشرۃ دار الکتاب العربی بیروت 1997ء)

ایک دوسری روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں آتا ہے، 18 ہجری کا واقعہ ہے۔ نہاوند میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص مسلمانوں کے کمانڈر تھے۔ جراح بن سنان الاسدی نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں ان کے خلاف شکایات بھیجیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں محمد بن مَسلمہ کی ڈیوٹی تھی کہ جو شخص کسی کی شکایت کرتا آپ اس کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ وہ سعد کو ساتھ لے کر اہلِ کوفہ میں گھومے پھرے اور ان سے ان کے بارے میں پوچھتے تھے۔ جس کسی دوست کو بھی انہوں نے پوچھا سب نے اس کی تعریف کی سوائے ان لوگوں کے جو الجراح الاسدی کی طرف مائل ہو چکے تھے وہ خاموش رہے وہ کچھ نہ بولتے تھے اور نہ ہی وہ انہیں کوئی الزام دیتے تھے۔ (یہ جو طریقہ ہے یہ بھی سچ بولنے کے خلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ڈھکے چھپے الفاظ میں غلط کام کی تائید کی جا رہی ہے۔ بہرحال کہتے ہیں کہ) یہاں تک کہ محمد بن مَسلمہ، بنی عبس میں پہنچے اور ان سے پوچھا۔ اسامہ بن قتادہ نے کہا: اللہ گواہ ہے وہ نہ تو برابر تقسیم کرتا ہے اور نہ ہی فیصلہ میں عدل کرتا ہے اور نہ ہی جنگ میں لڑنے جاتا ہے۔ اس پر سعد نے کہا: اے اللہ! اگر اس نے دکھاوے، جھوٹ اور سنی سنائی بات کی ہے تو اس کی نظر اندھی کر دے اور اس کے اہل و عیال کو بڑھا دے، اسے فتنوں میں ڈال۔ پس وہ اندھا ہو گیا۔

اس کی دس بیٹیاں تھیں۔........... پھر حضرت سعدؓ نے ان فتنہ پردازوں کے خلاف دعا کی۔ اے اللہ! اگر یہ لوگ شرارت، فخر کے اظہار اور دکھاوے کے لئے نکلے ہیں تو ان پر جنگ مسلط کر۔ (اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ) انہوں نے جنگ کی اور الجراح حضرت حسن بن علیؓ کے حملے کے وقت تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہوا، قبیصہ پتھروں سے کچلا گیا اور اَرْبَدْ تہ تیغ ہوا۔

(التاریخ الکامل لابن اثیر جلد 2 صفحہ390-391 حالات سنة ثمان عشرة دارالکتاب العربی بیروت 1997ء)

توان صحابہ کی دعاؤں کا یہ اثر ہوتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی خوشخبری دی تھی کہ صرف یہی لوگ نہیں جن پر میرے پیار کی نظر ہے جو تیرے ارد گرد روشن ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں اور دنیا کی ہدایت کا موجب بن رہے ہیں۔ جن کی دعاؤں کو مَیں تیری وجہ سے قبولیت کا درجہ دیتا ہوں اور دوں گا۔ تیرا چلایا ہوا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ بلکہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مَیں تجھے خوشخبری دیتا ہوں۔ کہ ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (الجمعة: 4) کہ تیری اِتباع میں ایک شخص آخرین میں بھی مبعوث ہوگا، جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ لیکن وہ مبعوث ہو کر تیری پیروی کی وجہ سے ان میں بھی ایک روحانی انقلاب پیدا کردے گا۔ وہ بھی قبولیت دعا کے خارق عادت نشانات دکھائے گا اور اس کے ماننے والے بھی دعا کی قبولیت کے خارق عادت نشانات دکھائیں گے۔

آج ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی جماعت میں ایسے بہت سے لوگ دیکھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت دعا کے نشانات دکھا کر دوسروں کے لئے اتمام حجت یا ہدایت یا ایمان میں زیادتی کا باعث بنایا۔ ایسی چند مثالیں میں پیش کرتا ہوں۔

پہلی مثال مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی ہے۔ کہتے ہیں، موضع دُھدرہ میں جو ہمارے گاؤں سے جانب جنوب ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہے، جب میں تبلیغ کے لئے جاتا تو وہاں کا مُلاّں محمد عالم لوگوں کو میری باتوں کے سننے سے روکتا اور اس فتویٰ کفر کی جو مجھ پر لگایا گیا تھا جابجا تشہیر کرتا۔ آخر اس نے موضع مذکور کے ایک مضبوط نوجوان جیون خاں نامی کو جس کا گھرانہ جتھے کے لحاظ سے بھی گاؤں کے تمام زمینداروں پر غالب تھا میرے خلاف ایسا بھڑکایا کہ وہ میرے قتل کے درپے ہو گیا اور مجھے پیغام بھجوایا کہ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو ہمارے گاؤں کا رخ نہ کرنا ورنہ پچھتانا پڑے گا۔ مَیں نے جب یہ پیغام سنا تو دعا کے لئے نماز میں کھڑا ہو گیا اور خدا کے حضور گڑ گڑا کر دعا کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے جیون خاں اور مُلاّں محمد عالم کے متعلق مجھے الہاماً بتایا کہ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ۔ اس القائے ربانی کے بعد مجھے دوسرے دن ہی اطلاع ملی کہ جیون خاں شدید قولنج میں مبتلا ہو گیا ہے اور مُلاّں محمد عالم ایک بداخلاقی کی بنا پر مسجد کی امامت سے الگ کر دیا گیا ہے۔ پھر قولنج کے دورے کی وجہ سے جیون خاں کی حالت یہاں تک پہنچی کہ چند دنوں کے اندر وہ قوی ہیکل جوان مشت استخوان ہو کر رہ گیا۔ (ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا)۔ اور اس کے گھر والے جب ہر طرح کی چارہ جوئی کر کے اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے تو اس نے کہا کہ میرے اندر یہ وہی کلہاڑیاں اور چھریاں چل رہی ہیں جن کے متعلق مَیں نے میاں غلام رسول راجیکی والوں کو پیغام دیا تھا۔ اگر تم میری زندگی چاہتے ہو تو خدا کے لئے اسے راضی کرو۔ اور میرا گناہ معاف کراؤ ورنہ میرے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ (بہرحال کہتے ہیں) ان کے رشتہ دار میرے پاس آئے۔ اور مُلاّں نے ان کو کافی روکا تھا کہ نہ جاؤ۔ گاؤں کے نمبردار کو ساتھ لے کر آئے۔ اس نے (مولوی صاحب کے متعلق) جواب دیا کہ میاں صاحب اگرچہ ہماری برادری کے آدمی ہیں مگر ان کے گھرانے کی بزرگی کی وجہ سے آج تک ہمارا کوئی فرد اُن کی چارپائی پر بیٹھنے کی جرأت نہیں کرتا۔ مَیں تو ڈرتا ہوں کہیں اس قسم کی باتوں میں کوئی بے ادبی نہ ہو جائے۔ (بہرحال) آخر کار وہ ہمارے نمبردار کو لے کر مولوی صاحب کے والد صاحب کے پاس گئے۔ (اور کہتے ہیں کہ) میرے چچا میاں علم دین صاحب اور حافظ نظام دین صاحب کے ہمراہ میرے پاس آئے اور سروں سے سب رشتہ داروں نے پگڑیاں اتار کر میرے پاؤں پر رکھ دیں اور چیخیں مار مار کر رونے لگے کہ اب یہ پگڑیاں آپ ہمارے سر پر رکھیں گے تو ہم جائیں گے ورنہ یہ آپ کے قدموں پر دھری ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر میرے والد اور چچا نے سفارش کی کہ ان کو معاف کر دو۔ آخر مَیں مان کر اپنے بزرگوں کی معیت میں ان کے ساتھ دُھدرہ پہنچا۔ جیون خاں نے جب مجھے آتا ہوا دیکھا تو میری توبہ، میری توبہ کہتے ہوئے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ اور اتنا رویا اور چلاّیا کہ اس کی گریہ وزاری سے اس کے تمام گھر والوں نے بھی رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اس وقت عجیب بات یہ ہوئی کہ جیون خاں جس کو علاقے کے طبیب لاعلاج سمجھ کر چھوڑ گئے تھے، ہمارے پہنچتے ہی افاقہ محسوس کرنے لگا اور جب تک ہم وہاں بیٹھے رہے وہ آرام سے پڑا رہا۔ مگر جب ہم گاؤں کی طرف واپس جانے لگے تو پھر اس کے درد میں وہی اضافہ ہو گیا۔ اس کے رشتہ داروں نے پھر مجھے بلایا۔ اور کہا کہ آپ یہیں رہیں اور جب تک جیون خاں پوری طرح ٹھیک نہ ہو جائے آپ ہمارے گھر ہی تشریف رکھیں اور اپنے گاؤں نہ جائیں۔ (حضرت مولوی صاحب کہتے ہیں کہ) ادھر محمد عالم اور اس کے ہم نواؤں نے جب میری دوبارہ آمد کی خبر سنی تو جابجا اس بات کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا کہ وہ مریض جسے علاقے کے اچھے اچھے طبیب لاعلاج بتا چکے ہیں، اب لب گور پڑا ہوا ہے، یہ مرزائی اسے کیا صحت بخشے گا۔ یہ باتیں جب میرے کانوں میں پہنچیں تو مَیں نے جوش غیرت کے ساتھ خدا کے حضور جیون خاں کی صحت کے لئے نہایت الحاح اور توجہ کے ساتھ دعا شروع کر دی۔ چنانچہ ابھی ہفتہ عشرہ بھی نہ گزرا تھا کہ جیون خاں کو خدا نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اعجازی برکتوں کی وجہ سے دوبارہ زندگی عطا فرما دی اور وہ بالکل صحت یاب ہو گیا۔ اس کرشمہ قدرت کا ظاہر ہونا تھا کہ اس گاؤں کے علاوہ گرد و نواح کے لوگ حیرت زدہ ہو گئے اور جابجا اس کا چرچا کرنے لگے کہ آخر مرزا صاحب کوئی بہت بڑی ہستی ہیں جن کے مریدوں کی دعا میں اتنا اثر پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے جلالی اور قہری ہاتھ نے مُلاّں محمد عالم کو پکڑا اور اس کی روسیاہی اور رسوائی کے بعد اسے ایسے بھیانک مرض میں مبتلا کیا کہ اس کے جسم کا آدھا طولانی حصہ بالکل سیاہ ہو گیا اور اسی مرض میں اس جہان سے کوچ کر گیا۔

(ماخوذ از حیات قدسی حصہ اول صفحہ26 تا 28)

پھر حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ موضع جاموں بولا جو ہمارے گاؤں سے جانب شمال دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے وہاں کے اکثر زمیندار ہمارے بزرگوں کے ارادتمند تھے۔ جب انہوں نے جیون خاں ساکن دُھدرہ کی بیماری اور معجزانہ صحت یابی کا حال سنا تو ان میں سے خان محمد زمیندار میرے والد صاحب کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا چھوٹا بھائی جان محمد عرصہ سے تپ دق کے عارضہ میں مبتلا ہے۔ آپ از راہ نوازش میاں غلام رسول صاحب کو فرمائیں کہ وہ کسی وقت ہمارے گھر ٹھہریں اور جان محمد کے لئے دعا کریں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی صحت عطا فرما دے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر والد صاحب نے مجھے ارشاد فرمایا۔ مَیں وہاں چلا گیا وضو کر کے نماز میں اس کے بھائی کے لئے دعا شروع کر دی۔ سلام پھیرتے ہی مَیں نے اس سے دریافت کیا کہ اب جان محمد کی حالت کیسی ہے۔ گھر والوں نے جواب دیا کہ بخار بالکل اتر گیا ہے اور کچھ بھوک کی حالت بھی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد چند ہی دنوں کے اندر اس کے کمزور ناتواں جسم میں طاقت آ گئی اور چلنے پھرنے لگ گیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس نشان کو دیکھ کر اگرچہ ان لوگوں کے اندر احمدیت کے متعلق کچھ حسن ظنی پیدا ہوئی مگر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلقہ بیعت میں کوئی شخص نہ آیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ اس مریض کو جو صحت دی گئی ہے وہ ان لوگوں پر اتمام حجت کی غرض سے ہے اور اگر انہوں نے احمدیت کو قبول نہ کیا تو یہ مریض اسی شعبان کے مہینے کی اٹھائیسویں تاریخ کی درمیانی شب قبر میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ مَیں نے بیدار ہوتے ہی قلم اور دوات منگوائی اور یہ الہام الٰہی کاغذ پر لکھا اور اسی گاؤں کے بعض غیر احمدیوں کو دے دیا اور تلقین کی کہ اس پیشگوئی کو تعیین موت کے عرصے سے پہلے ظاہر نہ کریں۔ اس کے بعد مَیں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں قادیان چلا آیا اور یہیں رمضان مبارک کا مہینہ گزارا۔ خدا تعالیٰ کی حکمت کہ جب جان محمد بظاہر صحت یاب ہو گیا اور جابجا اس معجزہ کا چرچا ہونے لگا تو اس مرض نے دوبارہ حملہ کیا اور وہ ٹھیک شعبان کی انیسویں رات (میرا خیال ہے یہ شاید غلطی ہے۔ اٹھائیس یا انیسویں جو بھی رات تھی۔ یا وہاں غلط ہے یا یہاں غلط ہے) اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ اور اس کے مرنے کے بعد جب ان غیر احمدیوں نے میری تحریر لوگوں کے سامنے رکھی تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مگر افسوس ہے کہ پھر بھی ان لوگوں نے احمدیت کو قبول نہ کیا۔

(ماخوذ از حیات قدسی حصہ اول صفحہ28 تا 30)

نشان دیکھتے ہیں پھر بھی اثر نہیں ہوتا۔

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ جو سکھ خاندان میں پیدا ہوئے تھے اور پھر حق کی تلاش کرتے ہوئے احمدی ہو گئے۔ احمدی ہونے کے بعد ان کو تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا۔ گو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے لیکن سردار عبدالرحمٰن صاحب کو تبلیغ کی طرف غیر معمولی توجہ تھی۔ اس کی ایک وجہ تھی۔ اس کا ذکر یوں ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ آپ کی بقیہ عمر کی مدت کتنی رہ گئی ہے۔ جب یہ مدت پوری ہونے کے قریب آئی تو ماسٹر صاحب نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی، بڑے روئے، گڑ گڑائے کہ یا الٰہی ابھی تو میرے بچوں کی تعلیم و تربیت مکمل نہیں ہوئی۔ بہت سی ذمہ داریاں میرے سر پر ہیں، میرے سپرد ہیں، میری عمر میں اضافہ فرمایا جائے۔ کہتے ہیں کہ ابھی دو منٹ ہی دعا میں گزرے ہوں گے کہ آپ کو الہام ہوا۔ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی عمر میں اضافہ کر دیا کرتا ہے جو لوگوں کے لئے نافع وجود بن جائیں۔ اس پر آپ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ کو تبلیغ احمدیت بہت پسند ہے اس لئے آپ نے تبلیغی اشتہارات شائع کئے اور روزانہ تبلیغ کرنے لگے اور پہلی بار جو مدت بتائی گئی تھی اس سے کئی سال زیادہ گزر گئے۔

تو بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا یہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ اس پر ہر احمدی کو بھی توجہ کرنی چاہئے۔

اپنی قبولیت دعا کے ضمن میں وہ ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ 1908ء میں جب میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں زیرِ تعلیم تھا تو میرے ساتھ ہندو، مسلمان اور چار پانچ عیسائی بھی تھے۔ ایس پی کلاس میں ٹریننگ حاصل کرتے تھے۔ ان میں ایک پٹھان لڑکا یوسف جمال الدین اور ایک مشن سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا، پھر عیسائی ہو گیا تھا۔ تو ان عیسائیوں نے مجھے عصرانہ پر بلایا (چائے کی دعوت پر بلایا) اور کہا کہ آپ نے اچھا کیا کہ سکھوں کا مذہب ترک کر کے اسلام اختیار کیا۔ اب ایک قدم اور آگے بڑھائیں اور عیسائی بن جائیں۔ ٹرینڈ ہو کر مسلمان آپ کو کیا تنخواہ دیں گے۔ ہم تو یہاں سے فارغ ہوتے ہی تین تین سو (روپے) پر متعین ہو جائیں گے۔ مسلمانوں سے آپ کو چالیس پچاس روپے ملیں گے، زیادہ سے زیادہ سو روپیہ مل جائے گا۔ تو مَیں نے انہیں کہا کہ مَیں زندہ خدا کا شائق ہوں۔ اگر تم زندہ خدا سے میرا تعلق جوڑ دو تو میں عیسائی ہو جاتا ہوں۔ یوسف جمال الدین نے پوچھا زندہ خدا سے کیا مراد ہے۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا انجیل میں لکھا ہے کہ ”دروازہ کھٹکھٹاؤ تو کھولا جائے گا“ ”ڈھونڈو تو خدا کو پاؤ گے“۔ اور قرآن کریم میں بھی لکھا ہے کہ بحالت اضطرار دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے۔ اگر یہ نعمت عیسائیت میں دکھا دو تو مَیں عیسائی ہو جاؤں گا۔ تو کہنے لگے کہ ویدوں میں اور انجیل میں اور قرآن کے بعد وحی الہام کا سلسلہ تو بند ہو گیا ہے، اب الہام نہیں ہو سکتا۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سنتا اور دیکھتا تو ہے لیکن بولتا نہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کہ جو ذات سنتی اور دیکھتی ہے وہ بول بھی سکتی ہے۔ مَیں نے کہا ابھی مجھے اس مجلس میں الہام ہو گیا ہے۔ (وہاں بیٹھے بیٹھے ہی ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کو الہام ہو گیا کہ ”پہلے سوال بتا دیا جائے گا“۔ تو طلباء نے کہا کہ ہم نے تو نہیں سنا۔ اس پر یہ کہتے ہیں کہ مَیں نے انہیں کہا کہ تمہارا خون خراب ہو گیا ہے۔ اسے قادیان سے درست کرا لو تو تم کو بھی الہام کی آواز سنائی دے گی۔ کہتے ہیں کہ دوسرے تیسرے دن میں لیٹا تھا۔ تکیہ پر سر رکھتے ہی کشفی حالت طاری ہو گئی اور مجھے ریاضی کا (حساب کا) پرچہ سامنے دکھایا گیا۔ لیکن کہتے ہیں مجھے پہلا سوال ہی یاد رہا۔ امتحانوں میں وہ سوال جو مَیں نے لڑکوں کو بتا دیا تھا وہ آ گیا۔ یہ دیکھ کر باقی جہاں حیرت میں ڈوب گئے، ایک شخص عبدالحمید جو ایم اے تھے اور کسی جگہ کے ہیڈ ماسٹر۔ ٹریننگ کے لئے آئے ہوئے تھے، اور دہریہ تھے، اُن کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ یہ بات سن کے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل ہو گئے۔ کسی نے کہا یہ اتفاق ہوا ہے۔ آخر بحث چلتی رہی۔ پھر سب نے کہا کوئی اور امر غیب دکھاؤ۔ اس پر مَیں نے کہا اچھا میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے کوئی اور غیب دکھا دے۔ کہتے ہیں کہ انہیں دنوں میں مجھے الہام ہوا ”بچہ ہے بچہ ہے، بچی نہیں ہے“۔ یہ کہتے ہیں کہ ان دنوں میرے گھر میں ولادت ہونے والی تھی تو ان لڑکوں نے جو عیسائی ہندو وغیرہ دوسرے غیر احمدی تھے انہوں نے صوفی غلام محمد صاحب کے ذریعہ جو وہاں پڑھتے تھے، ان کی بیوی سے قادیان سے میرے گھر کے حالات پتہ کروائے تو پتہ چلا کہ میرے گھر میں ولادت ہونے والی ہے۔ چنانچہ دو تین ماہ بعد ان کی بیوی کا خط آیا کہ سردار عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے ان سب کی دعوت کی اور انہیں کہا کہ اگر تم گرجے یا مندر یا ٹھاکر دوارے میں جا کر پوجا پاٹ کرتے رہو اور وہاں سے کوئی جواب نہ آئے تو سمجھو کہ خدا کی عبادت نہیں کر رہے بلکہ مصنوعی خدا کی خود ساختہ تصویر ہے جس کی عبادت کرتے ہو۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے انہیں کہا کہ اب میری قبولیت دعا کی وجہ سے جو مَیں نے پیشگوئیاں کی تھیں ان کی تحریری شہادت دے دو۔ یوسف خاں اور پیٹر جی ایک عیسائی تھے وہ بہانے بناتے رہے۔ تو اس پر مَیں نے ان کو کہا کہ اگر گواہی لکھ دو تو پاس ہو جاؤ گے ورنہ فیل ہو جاؤ گے۔ چنانچہ نتیجہ نکلا تو سارے لڑکے پاس تھے اور وہ دونوں فیل تھے۔

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ صاحب کی قبولیت دعا کے بارے میں مولوی عبدالرحیم صاحب عارف مبلغ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری جماعت میں ماسٹر صاحب پڑھا رہے تھے تو ایک خط آنے پر بڑے فکر مند ہو گئے اور ٹہلنے لگے۔ پھر ایک کھڑکی کی طرف منہ کر کے دعا کرنے لگے۔ تو میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ پھر بتاؤں گا۔ ایک مشکل میں پڑ گیا ہوں تم بھی دعا کرو۔ چنانچہ چند گھنٹے کے بعد آپ نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا۔ ڈاکیا ایک منی آرڈر لایا ہوا تھا۔ فرمایا کہ عزیز بشیر احمد کا مونگ رسول سے خط آیا ہے (سردار بشیر احمد ان کے بیٹے تھے جو مونگ میں پڑھتے تھے) کہ آپ نے خرچ نہیں بھیجا مجھے تکلیف ہے۔ اور ماسٹر صاحب کہتے ہیں کہ مجھے کہیں سے روپیہ کی امید نہیں تھی۔ مَیں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ تو رازق ہے بچہ پردیس میں ہے۔ میرے پاس رقم نہیں، تیرے پاس بے انتہا خزانے ہیں تُو کوئی سامان کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ سامان کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کے پیسوں کا انتظام ہو گیا۔

(ماخوذ از اصحاب احمد۔ جلد 7 صفحہ 91-92)

قبولیت دعا کے ضمن میں حضرت مولانا شیر علی رضی اللہ عنہ صاحب کی دعا سے امتحان میں کامیابی کا بھی ایک عجیب ذکر ملتا ہے۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب بٹالوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولوی شیر علی رضی اللہ عنہ صاحب کا معمول تھا کہ یونیورسٹی کے امتحانات جب شروع ہوتے تو حضرت مولوی صاحب بلا ناغہ روزانہ تشریف لاتے اور لڑکوں کی معیت میں نہایت الحاح سے دعا فرماتے۔ پھر تمام لڑکے ہال میں داخل ہو جاتے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب دعا کر کے آ رہے تھے کہ ہائی سکول کی بورڈنگ کے قریب ملے۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور میری بچی نے ایف اے میں فلاسفی کا امتحان دینا ہے اس کے لئے دعا کریں۔ تو شفقت کا پیکر بغیر کوئی جواب دیئے میرے ساتھ ہو لیا اور دوبارہ ہائی سکول کے برآمدے میں پہنچ کر میری بچی کے لئے لمبی دعا کروائی۔ اور آپ پر خاص رقّت کی کیفیت تھی دعا کے بعد فرمایا آپ کی بچی کامیاب ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ فلاسفی میں ضلع گورداسپور بھر میں فرسٹ آئی۔ (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ صفحہ 234)

یہ عجیب واقعہ ہے جو عبدالمجید صاحب سیال بی اے ایل ایل بی بیان کرتے ہیں کہ 1943ء کا ذکر ہے کہ مجھے میٹرک کے امتحان میں شریک ہونا تھا لیکن پانچ چھ ماہ کا طویل عرصہ بے مصرف گزر جانے کے باعث میری ہمت جواب دے رہی تھی۔ مَیں عجیب قسم کی ذہنی پریشانی میں مبتلا تھا۔ ان دنوں میری رہائش بیت الظفر (کوٹھی چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب) میں تھی اور حضرت مولوی صاحب گیسٹ ہاؤس میں ترجمۃ القرآن کا کام کرتے تھے (مولوی صاحب نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے)۔ حضرت مولوی صاحب کے ساتھ قرابت مہربانی اور تَلَطُّف کے تعلقِ خاص کی وجہ سے ان کو میرے حالات کا خوب علم تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ میں میٹرک کے امتحان میں ضرور شریک ہوں۔ چنانچہ آپ کے ہمت دلانے پر مَیں نے لیٹ فیس کے ساتھ داخلہ بھیج دیا۔ آپ نے مجھے تاکید فرمائی کہ جب پہلا پرچہ ہو جائے تو مجھے بتانا کہ کیسا ہوا ہے۔ مَیں انشاء اللہ دعا کروں گا تم بغیر کسی فکر کے دل جمعی کے ساتھ امتحان دیتے جاؤ۔ جب مَیں انگلش کا پرچہ دے کر آیا۔ تو نہایت مایوسی کے لہجے میں حضرت مولوی صاحب سے ذکر کیا کہ صرف دو چار نمبر کا پرچہ کر سکا ہوں۔ آپ اس وقت اپنے گھر کے چبوترے پر تشریف فرما تھے۔ میری کارگزاری سن کر مسکرائے اور فرمایا مَیں نے تمہارے لئے خاص دعا کی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ مجید کو کہو کہ پرچوں پر رول نمبر تو لکھ آئے باقی ذمہ داری ہم لے لیں گے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جب تک نتیجہ نہ نکلے اس بات کا کسی سے ذکر نہ کریں۔ کہتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ میرے تمام پرچے نہایت خراب ہوئے تھے جن میں سے کسی ایک میں بھی کامیابی کی امید نہ تھی۔ لیکن میری حیرانی کی حد نہ رہی جب میٹرک کا نتیجہ نکلا تو مَیں 444 نمبر لے کر سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہو گیا۔

(سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ صفحہ 253-254)

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کو مجھ پر ابتداء میں حسن ظن تھا۔ بلکہ قبولیت دعا کے واقعات دیکھ کر ان کی اہلیہ صاحبہ جو شیعہ مذہب رکھتی تھیں ان کو بھی حسن ظن ہو گیا تھا اور اکثر دعا کے لئے کہتی تھیں۔ ایک دفعہ ان کا چھوٹا لڑکا بشیر حسین بعمر چھ سات سال سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب خود بھی توجہ سے اس کا علاج کرتے تھے اور دوسرے ماہر طبیبوں سے بھی اس کے علاج کا مشورہ کرتے تھے۔ لیکن بچے کی بیماری دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ایک دن اس کی حالت اس قدر نازک ہو گئی کہ ڈاکٹر صاحب اس کی صحت سے بالکل مایوس ہو گئے۔ اور یہ دیکھتے ہوئے کہ اس کا وقت نزع آ چکا ہے گورکنوں کو قبر کھودنے کے لئے کہنے کے واسطے اور دوسرے انتظامات کے لئے باہر چلے گئے۔ اس نازک حالت میں ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ نے بڑے عجز و انکسار سے اور چشم اشکبار سے (روتے ہوئے) مجھے بچہ کے لئے دعا کے واسطے کہا۔ مَیں ان کے الحاح اور عاجزی سے بہت متاثر ہوا۔ اور مَیں نے یہ پوچھا کہ رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ بعض رشتہ دار عورتیں اندر بشیر کی مایوس کن حالت کے پیش نظر اظہار غم و الم کر رہی ہیں۔ مَیں نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ سب بشیر کی چارپائی کے پاس سے دوسرے کمرے میں چلی جائیں اور بجائے رونے کے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا میں لگ جائیں اور بشیر حسین کی چارپائی کے پاس جائے نماز بچھا دی جائے تا مَیں دعا میں اور نماز میں مشغول ہو جاؤں تو بشیر حسین کی والدہ نے اس کی تعمیل کی۔ کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا بیان فرمودہ قبولیت دعا کا گر یاد آ گیا اور کمرے سے باہر نکل کر کیلیانوالی سڑک کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ اور ضعیف اور بوڑھی غریب عورت کو جو وہاں سے گزر رہی تھی آواز دے کر بلایا۔ اس کی جھولی میں روپیہ ڈالتے ہوئے اسے صدقہ کو قبول کرنے اور مریض کے لئے جن کے واسطے صدقہ دیا تھا دعا کرنے کے لئے درخواست کی۔ اس کے بعد مَیں فوراً مریض کے کمرے میں واپس آ کر نماز و دعا میں مشغول ہو گیا۔ اور سورہ فاتحہ کے لفظ لفظ کو خدا تعالیٰ کی خاص توفیق سے حصولِ شفا کے لئے رِقّت اور تضرع سے پڑھا۔ اس وقت میری آنکھیں اَشکبار اور دل رقت اور جوش سے بھرا ہوا تھا اور ساتھ ساتھ ہی مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کریمانہ کا جلوہ ضرور دکھائے گا۔ کہتے ہیں کہ پہلی رکعت میں مَیں نے سورہ یٰسین پڑھی اور رکوع و سجود میں بھی دعا کرتا رہا۔ جب میں ابھی سجدے میں ہی تھا کہ بشیر حسین چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میرے شاہ جی کہاں ہیں؟۔ میری ماں کہاں ہے؟ مَیں نے اس کی آواز سے سمجھ لیا کہ دعا کا تیر نشانے پر لگ چکا ہے۔ اور باقی نماز اختصار سے پڑھ کر سلام پھیرا۔ مَیں نے بشیر حسین سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا مَیں نے پانی پینا ہے۔ اتنے میں بشیر کی والدہ آئیں اور مجھے باہر سے ہی کہنے لگیں کہ مولوی صاحب آپ کس سے باتیں کر رہے تھے۔ مَیں نے کہا کہ اندر آئیں۔ اور جب وہ پردہ

کر کے کمرے میں آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ عزیز بشیر چارپائی پر بیٹھا ہے۔ اور پانی مانگ رہا ہے۔ تب انہوں نے اللہ کا بہت شکر کیا اور بچے کو پانی پلایا۔ (مأخوذ از حیات قدسی جلد پنجم صفحہ 31-32)

حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کے بارے میں بابا اندر صاحب جوان کے ملازم تھے وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شاہ صاحب گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے دائیں کلائی ٹوٹ جانے کی وجہ سے بیمار تھے۔ کورٹ سے بار بار سمن آتے تھے۔ (کسی گواہی کے لئے آتے ہوں گے) ڈپٹی کیشو داس کی عدالت میں مقدمہ تھا شہادت کے لئے حاضر ہونا تھا۔ تو مجسٹریٹ نے یہ سمجھ کر کہ آپ عمداً حاضری سے گریز کر رہے ہیں۔ سول سرجن سیالکوٹ کی معرفت حاضری کا حکم نامہ بھجوایا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ سول سرجن کے تاکیدی حکم پر آپ کو مجبوراً حاضر ہونا پڑا۔ عدالت سے باہر مجسٹریٹ پاس سے گزرا۔ (آپ کھڑے تھے وہ قریب سے گزرا) اس کی ہیئت سے غصہ ظاہر ہوتا تھا (اس کی حالت سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا) آپ نے مجھے کہا کہ ڈپٹی صاحب خفا معلوم ہوتے ہیں۔ خوف ہے کہ مجھ پر ناپسندیدہ جرح کر کے میری خفت نہ کریں (یعنی وہ بلاوجہ مجھے طنزیہ فقروں سے شرمندہ کرنے کی کوشش نہ کرے)۔ اس لئے وضو کے لئے پانی لاؤ تا کہ عدالت کی طرف سے آواز پڑنے سے پہلے مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر لوں۔ چنانچہ آپ نے نہایت خشوع و خضوع سے نفل ادا کئے۔ آپ کمرہ عدالت میں داخل ہوئے تو مجسٹریٹ نے اپنا سر پکڑ لیا اور ریڈر کو کہا میرے سر میں شدید درد شروع ہو گیا ہے۔ مَیں پچھلے کمرے میں آرام کرتا ہوں تم ڈاکٹر صاحب کی شہادت قلمبند کر لو۔ ڈاکٹر صاحب کی شہادت پر ریڈر دستخط کرانے گیا تو مجسٹریٹ نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کے خرچے کا کاغذ بھی تیار کر لو اور کمرہ عدالت میں آ کر دونوں پر دستخط کر دیئے۔ اور خرچہ دلا کر جانے کی اجازت دے دی۔ باہر آ کر ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا: اندر! دیکھا اسلام کا خدا، اس کی نصرت اور معجزات کیا عجیب شان رکھتے ہیں۔

(از تابعین احمد جلد سوم بار سوم صفحہ 15-16)

ڈاکٹر صاحبؓ کے بارے میں ہی ایک اور روایت ہے۔ یہ انہی بابا اندر کی ہے کہ آپ اکثر دعا کرتے تھے کہ میرا بیٹا ڈاکٹر حبیب اللہ شاہ انڈین میڈیکل سروس میں آ جائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایسی ترقی کے لئے ولایت میں تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ ہمارا خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ سید حبیب اللہ شاہ صاحب نے جنگ عظیم دوئم میں خدمات سرانجام دینے کی درخواست دے دی اور ان کو ملازمت میں لے لیا گیا۔ جب آپ والد صاحب کی ملاقات کے لئے آئے۔ تو پوچھنے پر بتایا کہ کندھوں پر کراؤن، آئی ایم ایس ہو جانے کی وجہ سے ہیں۔ تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو! میرے بیٹے کو میرے خدا نے آئی ایم ایس کر دیا اور میری دعا قبول کر لی۔ (از تابعین احمد جلد سوم بار سوم صفحہ 16)

ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ دوا کے ساتھ دعا بھی کرتے ہیں۔ حکیم محمد امین صاحب نے لکھا ہے کہ ایک احمدی لڑکی کی تدفین کے موقع پر ایک غیر احمدی معمر دوست ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب کو بہت دعائیں دینے لگے۔ انہوں نے بتایا کہ آس پاس کی احمدی جماعتوں کے قیام میں ڈاکٹر صاحب کی کوششوں کا اہم حصہ ہے۔ آپ بہت بزرگ اور تہجد گزار تھے۔ ہر جمعہ کے روز آپ ایک قربانی کر کے تقسیم کرتے تھے۔ مریض دُور دُور سے علاج کے لئے آتے تھے کیونکہ مشہور تھا کہ آپ دوا کے ساتھ جو دعا کرتے ہیں اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔ (از تابعین احمد جلد سوم بار سوم صفحہ 15)

آج بھی یہی نمونہ ہمارے احمدی ڈاکٹر دکھاتے ہیں اور دکھانا بھی چاہئے کیونکہ شافی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے اس شافی خدا سے ہمیشہ چمٹے رہنا چاہئے۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: فیضان ایزدی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت راشدہ کے طفیل اور تبلیغ احمدیت کی برکت سے میرے اندر ایک ایسی روحانی کیفیت پیدا کر دی تھی کہ بعض اوقات جو کلمہ بھی میں منہ سے نکالتا تھا اور مریضوں اور حاجتمندوں کے لئے دعا کرتا تھا مولا کریم اسی وقت میرے معروضات کو شرف قبولیت بخش کر لوگوں کی مشکل کشائی فرما دیتا تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر جب مَیں موضع سعد اللہ پور گیا۔ تو مَیں نے چوہدری اللہ داد صاحب کو، جو چوہدری عبداللہ خاں صاحب نمبردار کے برادر زادہ تھے اور ابھی احمدیت سے مشرف نہ ہوئے تھے، مسجد کی دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ بے طرح دمہ کے شدید دورہ میں مبتلا تھے اور سخت تکلیف کی وجہ سے نڈھال ہو رہے تھے۔ مَیں نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے 25 سال سے پرانا دمہ ہے جس کی وجہ سے زندگی دُوبھر ہو گئی ہے۔ مَیں نے علاج معالجہ کی نسبت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ دُور دُور کے قابل طبیبوں اور ڈاکٹروں سے علاج کروا چکا ہوں مگر انہوں نے اس بیماری کو موروثی اور مزمن ہونے کی وجہ سے لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ اسی لئے اب میں اس کے علاج سے مایوس ہو چکا ہوں۔ مَیں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے تو کسی بیماری کو لِکُلِّ دَآءٍ دَوَاءٌ کے فرمان سے لاعلاج قرار نہیں دیا۔ آپ اسے لاعلاج سمجھ کر مایوس کیوں ہوتے ہیں؟ کہنے لگے اب مایوسی کے سوا اور کیا چارہ ہے۔ مَیں نے کہا ہمارا خدا تو ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ ہے اس نے فرمایا ہے کہ ﴿لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ. اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ﴾ یعنی یاس اور کفر تو اکٹھے ہو سکتے ہیں لیکن ایمان اور یاس اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آپ ناامید نہ ہوں اور ابھی پیالے میں تھوڑا سا پانی منگوائیں۔ مَیں آپ کو دم کر دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسی وقت پانی منگوایا اور مَیں نے اللہ تعالیٰ کی صفت شافی سے استفادہ کرتے ہوئے اتنی توجہ سے اس پانی پر دم کیا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی اس صفت کے فیوض سورج کی کرنوں کی طرح اس پانی میں برستے ہوئے نظر آئے۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اب یہ پانی افضال ایزدی اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی برکت سے مجسم شفا بن چکا ہے۔ چنانچہ جب مَیں نے یہ پانی چوہدری اللہ داد صاحب کو پلایا تو آن کی آن میں دمہ کا دورہ رُک گیا۔ اور پھر اس کے بعد کبھی انہیں یہ عارضہ نہیں ہوا۔ حالانکہ اس واقعہ کے بعد چوہدری صاحب قریباً 15-16 سال تک زندہ رہے۔ اور اس قسم کے نشانات سے اللہ تعالیٰ نے چوہدری صاحب موصوف کو احمدیت بھی نصیب فرمائی اور آپ خدا کے فضل سے مخلص اور احمدی مبلغ بن گئے۔ (از حیات قدسی حصہ اول صفحہ 49 تا 51)

مولوی عبدالقادر صاحب، مولوی محبّ الرحمٰن صاحب کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آخری عمر میں آپ بہت بیمار ہوئے۔ ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ پھیپھڑے بالکل گل چکے ہیں۔ چند یوم کے مہمان ہیں۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا ہے۔ اس نے آپ کا سینہ چاک کیا۔ پھیپھڑے نکال کر دکھائے جو بالکل گل سڑ چکے تھے۔ پھر ان کو پھینک دیا اور ان کی بجائے صحیح وسالم پھیپھڑے رکھ دیئے۔ اس رؤیا کے بعد آپ تندرست ہو گئے۔ اور کئی سال عمر پائی۔ اور طبعی موت سے وفات پائی۔ (از تاریخ احمدیت لاہور۔ صفحہ 158)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا واقعہ ہے کہ 1909ء کے موسم برسات میں ایک دفعہ قادیان میں لگاتار آٹھ روز بارش ہوتی رہی۔ جس سے قادیان کے بہت سے مکانات گر گئے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم نے یہاں سے باہر ایک نئی کوٹھی تعمیر کی تھی وہ بھی گر گئی۔ آٹھویں یا نویں دن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ظہر کی نماز کے بعد فرمایا کہ مَیں دعا کرتا ہوں آپ سب لوگ آمین کہیں۔ دعا کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے آج وہ دعا کی ہے جو حضرت رسول کریم ﷺ نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ کی تھی۔ یہ دعا بارش کے بند ہونے کی تھی۔ دعا کے وقت بارش بہت زور سے ہو رہی تھی۔ اور اس کے بعد بارش بند ہو گئی اور عصر کی نماز کے وقت آسمان بالکل صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ (اصحاب احمد جلد ہشتم صفحہ 71)

ان بزرگوں کی قبولیت دعا کے بے شمار واقعات ہیں اور یہ سلسلہ آج تک اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا ہوا ہے۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں، ہمارے مبلغین بھی میدان عمل میں دیکھتے ہیں اور دوسرے خدام سلسلہ کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک روا رکھا ہوا ہے کہ ان کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ احمدیوں کو قبولیت دعا کے نشانات دکھاتا ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ بھی چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایسے لوگ عطا فرماتا رہا ہے اور فرما رہا ہے جو ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے لوگوں کی ہدایت کا باعث بنتے رہے ہیں اور بن رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک نظارہ جماعت کے ایسے برگزیدہ لوگوں کے بارے میں دکھایا تھا جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''میں نے دیکھا کہ رات کے وقت میں ایک جگہ بیٹھا ہوں (رات کا وقت ہے میں ایک جگہ بیٹھا ہوں) اور ایک اور شخص میرے پاس ہے۔ تب مَیں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے نظر آیا بہت سارے ستارے آسمان پر ایک جگہ جمع ہیں۔ تب مَیں نے ان ستاروں کو دیکھ کر اور انہی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''آسمانی بادشاہت'' پھر معلوم ہوا کہ کوئی شخص دروازے پر ہے اور کھٹکھٹاتا ہے۔ جب مَیں نے کھولا تو معلوم ہوا کہ ایک سودائی ہے جس کا نام میراں بخش ہے۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور اندر آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک شخص ہے مگر اس نے مصافحہ نہیں کیا اور نہ وہ اندر آیا۔ اس کی تعبیر مَیں نے یہ کی کہ آسمانی بادشاہت سے مراد سلسلے کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ جن کو خدا زمین پر پھیلا دے گا۔ اور اس دیوانے سے مراد کوئی متکبر مغرور متمول یا تعصب کی وجہ سے کوئی دیوانہ ہے خدا اس کو توفیق بیعت دے گا۔ پھر الہام ہوا لَا تَخَفْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا گویا میں کسی

DEAN MANSON SOLICITORS

We specialise in Immigration & Nationality law; Commercial, Media & Entertainment, Conveyancing, Employment, Family & Ancillary Proceedings, Criminal & Civil Litigation

CONTACT

MUZAFFAR MANSOOR & EJAZ BAIG

243-245 MITCHIM ROAD TOOTING, LONDON SW17 9JQ

TEL: 020 8767 5000 — FAX: 020 8767 0456

EMAIL: info@dmansonsolicitors.com

دوسرے کوتسلّی دیتا ہوں کہ تو مت ڈر خدا ہمارے ساتھ ہے"۔

(بدر جلد 2 نمبر 45 مورخہ 8/ نومبر 1906ء صفحہ 3۔۔
الحکم جلد 10 نمبر 38 مورخہ 10/ نومبر 1906ء صفحہ 1)

پس آج روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہر احمدی کو دعاؤں کے ذریعہ سے، اپنی عبادتوں کے ذریعہ سے خداتعالیٰ سے زندہ تعلق جوڑ کر ان برگزیدوں میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہئے جو روشن ستاروں کی طرح آسمان پر چمک رہے ہیں۔ جنہوں نے پہلوں سے مل کر دنیا کے لئے ہدایت کا موجب بننا ہے اور آسمانی بادشاہت کو پھر سے دنیا میں قائم کرنا ہے۔ ہر دل کو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکانے کی کوشش کرنی ہے۔ ہر احمدی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ "پیر بنو۔ پیر پرست نہ بنو" اور "ولی بنو۔ ولی پرست نہ بنو" اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم خاتم الاولیاء اور خاتم الخلفاء کی پیروی کرتے ہوئے اپنی عبادتوں کو سنوارتے ہوئے، قبولیت دعا کے نظارے دیکھتے چلے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کرلیں جو زیادہ نہیں وہ دو ہی رکعت پڑھ لے۔ کیونکہ اس کو دعا کرنے کا موقعہ بہرحال مل جائے گا۔ اس وقت کی دعاؤں میں خاص تاثیر ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں۔ جب تک ایک خاص سوز اور درد دل میں نہ ہو اس وقت تک ایک شخص خواب راحت سے بیدار کب ہوسکتا ہے۔ پس اس وقت کا اٹھنا ہی ایک درد دل میں پیدا کر دیتا ہے جس سے دعا میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہی اضطراب اور اضطرار قبولیت دعا کا موجب ہو جاتے ہیں"۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 182)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

ساری عقدہ کشائیاں دعا کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں بھی اگر کسی کی خیرخواہی ہے تو کیا ہے۔ صرف ایک دعا کا آلہ ہی ہے جو خدا نے ہمیں دیا ہے۔ کیا دوست کے لئے اور کیا دشمن کے لئے۔ ہم سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے بس میں ایک ذرہ بھی نہیں ہے مگر جو خدا ہمیں اپنے فضل سے عطا کردے۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 132)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہماری مدد فرماتا رہے اور ہم ان نصیحتوں پر عمل کرنے والے ہوں۔

ایک بات مَیں کہنی چاہتا ہوں۔ گزشتہ جمعہ مَیں نے دعا کی غرض سے بزرگوں کا ذکر کیا تھا۔ جو مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ضروری ہے۔ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ کے ذکر میں مَیں نے ان کی دوسری باتیں بتائی تھیں لیکن کسی جماعتی خدمت یا علمی خدمت کا ذکر نہیں کیا تھا۔ لجنہ کا کام تو خیر آپ کرتی رہی ہیں اور بڑا لمبا عرصہ کیا ہے۔ لیکن جو سب سے زیادہ اہم کام ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے خاوند حضرت میر داؤد احمد صاحب کے ساتھ مل کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں سے مختلف عنوانات کے تحت حوالے نکالے اور انہیں یکجا کیا ہے جو کہ "مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رو سے" چھپی ہوئی کتاب ہے۔ یہ بہت بڑا کام ہے جو انہوں نے کیا۔ اور ان دنوں میں مَیں خود بھی ان کو دیکھتا رہا ہوں۔ مَیں نے نوٹ میں رکھا بھی تھا لیکن کسی وجہ سے رہ گیا۔ بہرحال مَیں جب بھی ان کے گھر جاتا تھا دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے حوالوں کو دیکھ رہے ہوتے تھے یا پروف ریڈنگ کر رہے ہوتے تھے اور بڑا لمبا عرصہ انہوں نے یہ کام کیا ہے۔ گھنٹوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب یہ ایسا کام ہے جس سے کافی حد تک کسی بھی موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فوری حوالہ بھی مل جاتا ہے۔ اور جہاں یہ چیز ہوتی ہے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کی طرف بھی توجہ ہو جاتی ہے۔ میر داؤد احمد صاحب نے جو پیش لفظ لکھا ہے اس میں صاحبزادی امۃ الباسط بیگم صاحبہ کے بارے میں یہ ذکر بھی کیا ہے کہ "میرا دل اپنی رفیقۂ حیات کے لئے ممنونیت کے جذبات سے لبریز ہے جنہوں نے اقتباسات کی تلاش، نقل، تصحیح اور پھر پڑھنے میں مسلسل بڑے حوصلے اور محنت سے میرا ہاتھ بٹایا"

تو اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنے پیار کی نظر رکھے۔ انہوں نے یہ بہت اہم کام کیا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو بھی فرمایا تھا کہ اس کا ترجمہ کریں جو کہ پھر انہوں نے Essence of Islam کے نام سے انگریزی میں کیا۔ دو جلدیں ان کی زندگی میں شائع ہو گئیں اور دو بعد میں چھپی ہیں اور مزید ابھی چھپنی ہیں کیونکہ ابھی بھی جو حوالے ان دونوں میاں بیوی نے اکٹھے کئے تھے انگریزی ٹرانسلیشن میں تمام عناوین کو ابھی تک Cover نہیں کیا جاسکا۔ چار جلدوں کے باوجود یہ بہت بڑا کام تھا کیونکہ اس سے لوگوں کو شوق پیدا ہو رہا ہے۔ یہاں ایک انگریز احمدی خاتون نے مجھے کہا کہ براہین احمدیہ کا ترجمہ کب ہو رہا ہے۔ کیونکہ مَیں نے کچھ حوالے اس کے پڑھے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ اب پوری کتاب پڑھی جائے۔ تو یہ جو حوالوں کے ترجمے ہیں یہ لوگوں میں اصل کتابوں کے پڑھنے کا بھی شوق پیدا کرتے ہیں۔ تو مَیں نے سوچا کہ اس لحاظ سے بھی ان کا کام بیان کردوں تا کہ لوگ ان کو اس لحاظ سے بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

جماعت احمدیہ سویڈن کے جلسہ سالانہ کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: آغا یحییٰ خان۔ مبلغ سویڈن)

امسال جماعت احمدیہ سویڈن کو مورخہ 26 اور 27 اگست 2006ء کو دو روزہ جلسہ سالانہ کے انعقاد کی توفیق ملی۔ مکرم محمود احمد شمس صاحب نیشنل امیر جماعت احمدیہ سویڈن نے مکرم مامون الرشید صاحب کو افسر جلسہ سالانہ، مکرم وسیم ظفر صاحب کو افسر خدمتِ خلق اور خاکسار آغا یحییٰ خان کو افسر جلسہ گاہ مقرر فرمایا۔

جلسہ سالانہ سے 3 ماہ قبل معززین شہر کو خصوصی دعوت نامے مکرم امیر صاحب کے دستخطوں سے بھیجے گئے جن میں ملک کی سیاسی شخصیات، پروفیسرز، ڈاکٹرز، سفراء اور دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے بااثر لوگ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ پریس سے رابطہ کیا گیا ان کو جماعت کا تعارف بھیجا گیا اور دعوت دی گئی۔

مسجد ناصر میں مردانہ جلسہ گاہ نچلے حصہ میں اور زنانہ جلسہ گاہ کا انتظام اوپر کے حصہ میں کیا گیا۔ دونوں جلسہ گاہوں کو بڑی محنت، عمدگی اور خوبصورتی سے سجایا گیا۔ متعدد وقارِ عمل کر کے مسجد کے اندرونی اور بیرونی حصوں کی اچھی طرح صفائی کی گئی اور مسجد کے اندرونی حصوں میں مختلف بینرز لگائے گئے۔ سمعی بصری کی ٹیم نے مل کر یہ انتظام کیا تھا کہ مردانہ جلسہ گاہ کی ساری کارروائی زنانہ جلسہ گاہ میں بھی TV سکرین کے ذریعے براہ راست دیکھی جاسکے۔

جلسہ سالانہ کا پروگرام اردو اور سویڈش دونوں زبانوں میں پہلے سے شائع کر کے جماعتوں کو اور شہر کے معززین کو بھی بھجوا دیا گیا۔

جلسہ میں تشریف لانے والے مہمانوں کے لئے مقامی احبابِ جماعت کے گھروں میں انتظام کیا گیا اور کچھ احباب کی رہائش کا انتظام مسجد ناصر گوتھن برگ میں کیا گیا۔ ہمارے اس جلسہ میں اللہ کے فضل سے ڈنمارک، ناروے اور انگلستان سے احبابِ جماعت نے شرکت کی۔ ٹھیک 11:15 بجے مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب معزز مہمان نے لوائے احمدیت اور مکرم محمود احمد شمس صاحب نیشنل امیر سویڈن نے سویڈن کا قومی پرچم لہرایا اور مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے دعا کرائی اور پھر فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔

جلسہ کے دو دنوں کو چار سیشنز میں تقسیم کیا گیا تھا جو اللہ کے فضل سے بروقت شروع ہوتے رہے۔ تمام تقاریر اور تلاوت کا رواں سویڈش ترجمہ ہیڈ فونز کے ذریعہ سنا جاسکتا تھا۔ پہلے روز شام کا سیشن ختم ہونے کے بعد مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب کے ساتھ ایک بہت ہی دلچسپ مجلسِ سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں احباب نے بڑی دلچسپی سے حصہ بھی لیا اور مستفید بھی ہوئے۔ یہ مجلس قریباً اڑھائی گھنٹے جاری رہی۔

اتوار کے روز دوپہر کھانے کے موقع پر مختلف سویڈش اہم سیاسی اور علمی شخصیات کو مدعو کیا گیا تھا جن میں سویڈش پارلیمنٹ کے ممبران، گوتھن برگ کونسل کے ممبران، پولیس کے اعلیٰ افسران اور پروفیسر شامل تھے۔ معززین شہر بروقت تشریف لائے اور ظہرانے کے بعد جلسے کا آخری سیشن شروع ہوا تو تمام معززین نے شوق سے جلسے کا وہ سیشن سنا جس میں تلاوت اور نظم کے بعد مکرم عامر منیر چوہدری صاحب نے بہت ہی عمدہ رنگ میں جماعت کا تعارف اور خدمات انسانیت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مکرم عبدالکریم لون صاحب نے جماعت کے خلاف دشمنوں کے سلوک اور پاکستان کے قوانین کا ذکر کیا اور پھر 5 معزز مہمانوں نے سٹیج پر آکر اپنے خیالات کا اظہار کیا جس میں انہوں نے جماعت کی خدمات اور جماعت کے مطمح نظر کو بہت سراہا اور بہت واضح الفاظ میں تعریف کی۔

قارئین سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کی برکات سے تمام شرکاء کو حصہ وافر عطا فرمائے۔ اور سب کارکنان کو جزائے خیر دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
"عقل مند وہ ہے جو نبی کی شناخت کرتا ہے کیونکہ وہ خدا کی شناخت کرتا ہے اور بیوقوف وہ ہے جو نبی کا انکار کرتا ہے کیونکہ نبوت کا انکار الوہیت کے انکار کو مستلزم کرتا ہے۔
(ملفوظات جلد اول صفحہ 59)

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

بقیه: صداقت حضرت محمد ﷺ
از صفحه نمبر 4

❁......جان ڈیون پورٹ کی ایک گواہی گزر چکی ہے۔ آپ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی ایک کتاب میں آپ کی گواہی درج فرمائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

There is something so tender and womanly, and withal so heroic, about the man that one is in peril of finding the judgment unconsciously blinded by the reeling of reverence, and well-nigh love, that such a nature inspires.(John Davenport: An Apology for Mohammad and the Koran, pp. 52, 53)

آپ کی شخصیت ایسی مسحور کن ملاحت اور مردانگی کا مرقع تھی کہ مطالعہ کرنے والے کے دل میں لاشعوری طور پر انتہائی ادب کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور ایک ایسی شدید محبت میں کھویا جاتا ہے جو کہ ایک ایسی ہی ہستی سے ہوسکتی ہے۔

❁......ایڈورڈ گبن کی گواہی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2006ء کی تقریر میں پیش فرمائی: آپ لکھتے ہیں:

"The greatest success of Mohammad's life was effected by sheer moral force."

(Edward Gibbon and Simon Oakley in 'History of the Saracen Empire,' London, 1870.)

محمد (ﷺ) کی زندگی کی تمام تر عظیم فتوحات میں آپ کے اعلیٰ اخلاق کا پہلو کارفرما نظر آتا ہے۔

❁......مشہور فرانسیسی شاعر اور مفکر LaMartim نے کیا ہی خوبصورت خراجِ تحسین پیش کیا ہے: اور یہ گواہی بھی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2006ء کی تقریر میں پیش فرمائی:

"Philosopher, orator, apostle, legislator, warrior conqueror of ideas, restorer of rational dogmas, of a cult without images, the founder of twenty terrestrial empires and of one spiritual empire, that is Muhammad. As regards all standards by which human greatness may be measured we may well ask, is there any man greater than he-" *(Lamartine: Historie de la Turquie, Pari 1854, vol. 2, pp. 276-277.)*

فلسفی، دانشور، رسول، قانون دان (شارع)، جنگجو سپہ سالار، دلوں کا فاتح، عقلی بنیادوں پر دین لاگو کرنے والا، ایک بُت شکن مذہب کا بانی، بیس زمینی حکومتوں کے معمار اور ایک آسمانی بادشاہت کے مؤسس۔ یہ ہیں محمد (ﷺ)۔ ہم اُن تمام پیمانوں کی رو سے، جن سے کسی بھی انسان کی عظمت کو جانچا جاسکتا ہے، پوچھ سکتے ہیں کہ ہے کوئی جو محمد (ﷺ) سے عظیم تر ہو؟!!!

بے شمار گواہیاں ہیں۔ اور ہر گواہی درج کرنے کو جی چاہتا ہے مگر یہ تو ایک مکمل جہان ہے اور ایک ناپیدا کنار سمندر۔ ہزاروں ہزار صفحات لکھے جاچکے ہیں اور آنحضور ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد کسی بھی دیانتدار غیر متعصب شخص کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ ہے ہی نہیں کہ ان گواہیوں میں اضافہ کئے بنا رہ سکے۔

اس درجہ کی عظمت کا حامل انسان جو اخلاقِ عالیہ کے بلندترین مراتب پر فائز اور اپنے روزمرہ کے معاملات میں جانی دشمنوں سے بھی اس شان کا اخلاقی رویہ دکھاتا ہے کہ تاریخ کے صفحات ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ کیا گمان کیا جاسکتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کا معاملہ آئے گا تو کسی بددیانتی کا مرتکب ہوگا؟ کیا ساری معلوم تاریخ میں کوئی اَور کتاب اس درجہ دیانت کو پہنچے ہوئے منبع سے نکلی ہے؟ کوئی تو معیار صداقت ہوگا جس کو بنیاد بنا کر سچ اور جھوٹ میں تمیز کی جاسکے۔ کوئی معیار تو پیش کرو۔ اور اگر تمہارے علم میں کوئی نہیں تو یہ معیارِ صداقت جو ہم پیش کرتے ہیں، اس کو جھٹلا دو یعنی قانونِ شہادت۔ یہ صداقت معلوم کرنے کا ایک ایسا معیار ہے جس پر تمام دُنیا کی تاریخ کی بُنیاد ہے۔ اس کو رد کردینا تمام تواریخ کو رد کرنے کے مترادف ہے۔ خاص طور پر جب حضرت محمد ﷺ اس میدان میں قدم رکھیں تو تمام دُنیائے تاریخ کی مستندترین بات ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اور کوئی اس درجہ استناد کو نہیں پہنچا کہ مخالف اور موافق ہر ایک اس کی صداقت کا گواہ بن جائے۔ اس شان کا امین انسان راوی ہو اور مؤمن تو کیا جانی دُشمنوں کی گواہی بھی موجود ہو تو اس صورت میں محقق کے لیے لازم ہوجاتا ہے کہ تسلیم کرے ورنہ اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں رہتا کہ یا قرآن کریم کو محفوظ تسلیم کرلیا جائے یا تمام مذہبی اور غیر مذہبی تاریخ کو رد کردیا جائے۔ کیونکہ تمام مذہبی صحائف میں صرف قرآن ہی ہے جو تاریخ کا حصہ ہے۔ باقی صحائف قبل از تاریخ کے زمرہ میں آتے ہیں۔ اور مذہبی تاریخ کے علاوہ دوسری تاریخ بھی اس درجہ استناد کو نہیں پہنچتی۔ جب بھی تاریخ کو مانیں گے رسول کریم ﷺ کی صداقت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اگر آپ کی صداقت کو مشکوک بنانا مقصد ہو تو تمام تاریخ ردّ کرنا پڑے گا۔

ایک طرف رسول کریم ﷺ کا پاک اسوہ اور آپ کے جانثاروں کا، اور پھر اس پر دیانت داری سے تحقیق کرنے والے غیروں کی گواہیاں بھی اور دوسری طرف اس قوم کو دیکھئے جو آپ کی مخالفت میں کمربستہ تھی۔ جہاں وہ رسول کریم کے صداقت اور امانت و دیانت اور دوسرے اخلاق عالیہ پر فائز ہونے کا اقرار کرتے رہتے تھے وہاں کبھی کبھی دبے لفظوں میں آنحضور ﷺ کے بالمقابل اپنے دجل اور فریب کا اقرار بھی کرتے تھے۔ ابوسفیان کا اقرار درج ہوچکا ہے۔ پھر اس دور کی عرب تاریخ عربوں کی زبان سے ان کی اخلاقی زبوں حالی کی داستان ہے۔ جس کی تصدیق ہر مؤرخ نے کی ہے۔ پس جب مخالف خود اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کررہا ہو اور اپنی اخلاقی پستی کا گواہ ہو اور ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا مداح ہو اور آپ کے سچا ہونے پر دل وجان سے متفق ہو تو پھر آج کا متعصب سے متعصب انسان کے پاس بھی اور کیا چارہ ہوسکتا ہے کہ تسلیم کرلے۔

وہ وقت تو یاد کریں جب کہ اہل مکہ کی چوٹی کی قیادت اس مسئلہ کو سلجھانے کے لیے ایک جگہ موجود تھی۔ وہ لوگ جائز اور ناجائز اور سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے کے لیے اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔ ان کے اکٹھا ہونے کا مقصد ایک ہی تھا کہ اس مشن کو کسی طرح بند کرنے کی کوئی ترکیب نکالی جائے۔ اور اس کام کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کرنے کے لیے تیار تھے۔ وہ آج کی میٹنگ سے پہلے کتنے ہی حربے آزما چکے تھے اور ناکام ہوچکے تھے۔ پس آج کوئی بھی تدبیر، ہاں جائز ناجائز کوئی بھی تدبیر ہو تو لاؤ۔ کوئی ممکن العمل بات پیش کرو۔ ابھی ابوسفیان کی روایت کا ذکر گزرا ہے۔ اسی روایت میں یہ ذکر ہے کہ ابوسفیان کہتا تھا کہ میں جھوٹ بولنا چاہتا تھا مگر مجھے کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔ (بخاری کتاب بدء الوحی باب بدء الوحی) گویا جانتا ہے کہ رسول کریم ﷺ سچے ہیں اور اس کی گواہی بھی دے رہا ہے اور پھر بھی کوشش یہ جاری ہے کہ کسی بھی طرح، جھوٹ سے ہی سہی، بس اس آواز کو دبالیا جائے۔ آج ایک ابوسفیان اس بددیانتی کی کوشش نہیں کررہا بلکہ تمام قیادت متفقہ طور پر کوشش کررہی ہے۔ اس وقت ہرقل کا خوف تھا۔ مگر آج کوئی خوف نہیں۔ پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ وہ ایسی قوم تھی جس کے فسق اور فجور کی دُنیا آج بھی شاہد ہے۔ اس وحشی قوم کی قیادت آج جمع تھی اسلام کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لیے جن کے پاس کوئی ضابطہ اخلاق نہ تھا۔ سچ جھوٹ کا سوال نہیں تھا بس کسی بھی ایسی تدبیر کی تلاش تھی جو کارگر ہو، خواہ جائز ہو یا ناجائز۔ وہ حیران تھے کہ دُنیا کو محمد (ﷺ) کے بارہ میں کیا کہیں۔ مختلف تدابیر زیرِ غور تھیں۔ جب یہ بات چلی کہ دُنیا کو یہ کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ جھوٹ گھڑا جارہا ہے۔ تو ایک سردار نضر بن الحارث اٹھ کھڑا ہوا کہ یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی مان جائے۔ محمد (ﷺ) کے اعلیٰ اخلاق اور اس کی صداقت اور امانت ہی تو ایک ایسا عنوان ہے جس پر قوم متفق ہے۔ یہی تو سب سے بڑی روک ہے۔ پس یہ کہنا کہ محمد (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے گویا یہ کہنا تھا کہ اہل مکہ تمام کے تمام جھوٹے ہیں جو محمد کو سچا کہتے ہیں۔ کون ہے جو ہم چند لوگوں کی بات مان کر ساری قوم کو جھوٹا کہے گا؟ گویا رسول کریم کو جھٹلانا ایک قوم کی متفقہ شہادت کو جھٹلانا تھا۔ ہاں محمد کا صادق اور امین ہونا ہی تو وہ حوالہ تھا جو ان کی شیطانی چالوں کے آگے روک بنا ہوا تھا۔ چنانچہ فوراً ہی اس تدبیر کو اتفاق رائے سے ردّ کردیا گیا۔ اس گواہی کی عظمت کا صحیح اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب یہ ہمارے علم میں یہ بات آتی ہے کہ نضر بن الحارث ان نو افراد میں سے تھا جنہوں نے آنحضور ﷺ کے قتل کی سازش کی تھی۔ اس گواہی کا یہ مطلب ہے کہ گویا نظر بن الحارث کے لیے آنحضور ﷺ کو جھوٹا کہنے کی نسبت قتل کرنا آسان تھا۔

آپؐ کا سب سے بڑا دشمن، ابوجہل، جس نے اپنی زندگی اس مشن کی تباہی کے لیے وقف کردی تھی۔ جب بھی سچ اور جھوٹ کا ذکر آتا تو بے اختیار ہوجاتا۔ لاچاری سے کہہ اٹھتا کہ میں یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ محمد (ﷺ) جھوٹ بول رہا ہے۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہوں اس کی تعلیم غلط ہے۔

(ترمذی کتاب التفسیر)

کوئی سردار ہر لحاظ سے غور کرتا تو بے اختیار ہوکر کہہ اُٹھتا کہ یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ محمد (ﷺ نعوذ باللہ) غلطی خوردہ ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جھوٹا ہے۔ پھر امیہ بن خلف کو بھی نہ بھولو۔ بے شک وہ بھی آنحضور صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانی دشمن تھا مگر آپ کی صداقت کی گواہی تو اس نے بھی دی تھی۔ وہ کہتا تھا: "وَاللّٰہِ مَا یَکْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ"۔ (بخاری کتاب علامات النبوۃ) الغرض یہ وہ گواہیاں ہیں جو حضرت رسول کریم ﷺ کے بارہ میں اس دور میں اپنوں بیگانوں اور دوستوں اور دشمنوں نے دیں۔

پس اے دُشمنِ نادان و بے راہ!! ہمعصر نامی مخالفوں اور جانی دُشمنوں نے بالاتفاق میرے آقا کو سچا اور راستباز کہا ہے۔ اب تو اپنی حسرتوں کی آگ میں جل بھی مرے تو بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

❁......ایک اور مستشرق، واشنگٹن آئرونگ، آپ کی سوانح کے مطالعہ کے بعد کہتا ہے:

"In his private dealings he was just. He treated friend and strangers, the rich and the poor, the powerful and the weak, with equity, and was loved by the common people for the affability with which he received them, and listened to their complaints.

Washington Irving: Mahomet and his Successors, London 1909, pp. 192, 193, 199.

یعنی اپنے روزمرہ کے معاملات میں آپ (ﷺ) عدل و انصاف پر کاربند تھے۔ آپ نے واقف اور ناواقف، امیر و غریب، طاقتور اور کمزور، سب کے ساتھ ہمیشہ برابری کا سلوک روا رکھا، اور عوام میں اس وجہ سے بہت محبوب ہوگئے کیونکہ آپ سب سے محبت سے پیش آتے اور ان کی حاجت روائی کرتے۔

ہم جھٹلانے والے سے پوچھتے ہیں کہ اس درجہ سچا آدمی کہ اس قدر اندرونی اور بیرونی دلائل اس کی سچائی پر اکٹھے ہوگئے ہوں کہ اب تک کسی کی سچائی پر اتنے دلائل مہیا نہ ہوسکے ہوں، جس کی سچائی کی گواہی اپنوں نے دی اور بیگانے بھی اسے سچا ہی کہتے رہے، دوست بھی اسے سچا ہی کہیں اور دشمنوں کے پاس بھی اسے سچا تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ ایک قوم نے بحیثیت قوم اس کے سچا ہونے پر گویا اجماع کرلیا، اُس پر یکا یک ایسی کیا مصیبت ٹوٹی کہ اچانک اپنی ساری نیک نامی کو چھوڑ چھاڑ، جھوٹ سے ایسا لپٹا کہ پھر موت تک اس سے الگ نہ ہوا۔ کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ پھر ساری زندگی کبھی عام انسانوں پر تو جھوٹ نہیں باندھا مگر اب جھوٹ باندھا بھی تو خدا پر۔ کیا یہ ممکن ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان معاندین و مخالفین اسلام کا ذکر کرتے ہوئے جو آنحضرت ﷺ پر بیجا اعتراضات کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"بے انصافی ان کی اس سے ظاہر ہے کہ اگر مثلاً کوئی عورت کہ جس کی پاک دامنی بھی کچھ ایسی ویسی ہی ثابت ہو کسی ناکردنی فعل سے متہّم کی جائے تو فی الفور کہیں گے جو کس نے پکڑا اور کس نے دیکھا اور کون معائنہ واردات کا گواہ ہے۔ مگر ان مقدّسوں کی نسبت کہ جن کی راستبازی پر نہ ایک نہ دو بلکہ کروڑہا آدمی گواہی دیتے چلے آئے ہیں بغیر ثبوت معتبر اس امر کے کہ کسی کے سامنے انہوں نے مسودہ افترا کا بنایا یا اس منصوبہ میں کسی دوسرے سے مشورہ لیا یا وہ راز کسی شخص کو اپنے نوکروں یا دوستوں یا عورتوں میں سے بتلایا یا کسی اور شخص نے مشورہ کرتے یا راز بتلاتے پکڑا۔ یا آپ ہی موت کا سامنا دیکھ کر اپنے مفتری ہونے کا اقرار کردیا۔ یونہی جھوٹی تہمت لگانے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ پس یہی تو سیاہ باطنی کی نشانی ہے اور اسی سے تو ان کی اندرونی خرابی مترشح ہورہی ہے۔

انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کامل راستبازی کی قوی حجت پیش کرکے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا جیسا کہ یہ الزام قرآن شریف میں ہے۔ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی طرف سے موجود ہے جہاں فرمایا ہے ﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (سورۃ یونس آیت نمبر 17) **یعنی مَیں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افتراء کروں۔ دیکھو میں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افترا ثابت کیا؟ پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں یعنی یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آج تک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا۔ وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا"۔**

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ 107,108 ایڈیشن اول صفحہ 115 تا 117)

پس رسول کریم ﷺ کے دور کے تمام وہ لوگ جنہوں نے آپ کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کیا تھا، قطع نظر اس سے کہ وہ دوست تھے یا دُشمن، انہوں نے آپ کے سچا اور معتبر اور امین اور صادق ہونے کی گواہی دی۔ آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد کسی خناس صفت کو یہ حق نہیں رہتا کہ وہ افقِ تاریخ کے جگمگاتے ہوئے اُس صدوق کی سچائی اور اس امین کی دیانت داری پر انگلی اُٹھا سکے۔ تاریخ اُن سے یہ حق چھین چکی ہے اور ہمعصر مخالف رسول کریم ﷺ کے اخلاق فاضلہ کے کامل ہونے کی گواہی دے چکے ہیں۔ پس کوئی چارہ نہیں کہ یہ گواہیاں تسلیم کی جائیں جیسا کہ بہت سے مؤرخین نے تسلیم بھی کیں۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

رمضان المبارک کی اہمیت و برکات

(انتخاب از خطبات حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ للہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

’’اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن میں سے ایک ہے کہ ’’رمض تپش کو کہتے ہیں‘‘۔ یہ آپ کی تحریر ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ رمضان یعنی دو گرمیاں۔ رمضان، رمض یعنی گرمی کو کہتے ہیں یہ نام اسی لئے رکھا گیا کہ رمضان گرمی کے مہینے میں شروع ہوا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یہ غلط بات ہے۔ دو گرمیاں ایک اور مضمون اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا گرمی کے مہینے میں شروع ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر جب میں نے تحقیق کی کہ رمضان کب شروع ہوا تھا تو سردیاں بنتی تھیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات مجھے یقین تھا کہ اسی طرح ثابت ہوگی۔ رمضان کا آغاز سردیوں میں ہوا ہے گرمیوں میں ہوا ہی نہیں۔

پس آپ فرماتے ہیں:

’’اس لئے روحانی اور جسمانی تپش مل کر رمضان ہوا‘‘۔ یعنی جسمانی طور پر انسان بھوک پیاس کی شدت برداشت کرتا ہے اور جدوجہد بہت کرتا ہے رمضان میں۔ یہ اس کے لئے ایک حرارت ہے۔ اور روحانی طور پر اس کی روح میں غیر معمولی طور پر گرمی پائی جاتی ہے اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے رب کی طرف لپکتی ہے۔ پس یہ دو گرمیاں ہیں جو مل کر رمضان ہوا۔ ’’اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق وشوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔ اب ’’اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں‘‘، اس کا مطلب یہ ہے کہ سخت دلوں کو پگھلانے کے لئے رمضان کو ایک خاص مزاج عطا ہوا ہے۔ اور امر واقعہ یہی ہے کہ بہت سے سخت دل جو عام دنوں میں نرم نہیں ہوتے اور خدا تعالیٰ کے لئے اپنے آپ کو پگھلتا ہوا محسوس نہیں کرتے رمضان میں بعض ایسی راتیں آتی ہیں کہ بے اختیار ان کے دل خدا کے حضور سجدوں میں پگھل کر بہنے لگتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فقرہ ’’رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں‘‘ یہ بے تعلق نہیں بلکہ حقیقتاً ہم نے اس کو ایسا ہی دیکھا ہے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسبتاً لمبے اقتباسات میں سے مَیں کچھ پڑھ کے سناتا ہوں۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 122-123)

’’تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزے کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے‘‘۔

﴿مَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ یہ مضمون وہی ہے۔ رمضان کو جو دیکھے وہ اس میں روزہ رکھے۔ شَهِدَ کا مطلب ہے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تشریح فرمائی ہے جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ پس تم میں سے وہی ہے جو رمضان کو دیکھتا ہے، جو رمضان کو دیکھتا ان معنوں میں ہے کہ اس میں داخل ہو کر اپنی آنکھوں سے گواہی دے سکے، اپنے دل سے گواہی دے سکے یہ تو میرا ایسا ملک ہے جس میں جا چکا ہوں اور اس کے حالات کو جانتا ہوں۔

روزہ سے تزکیہ نفس ہوتا ہے

’’روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں‘‘۔

پس رمضان کے مہینے میں کھانے میں زیادتی رمضان کا حق ادا نہیں کرتی بلکہ رفتہ رفتہ کھانے میں کمی رمضان کا حق ادا کرتی ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ شروع میں تو بھوک نہیں لگتی اس وقت میں اسلئے نسبتاً کم کھاتے ہیں اور جوں جوں رمضان آگے بڑھتا جاتا ہے وہ زیادہ کھانے لگتے ہیں یہاں تک کہ آخری دنوں میں تو رمضان ان کو پتلا کرنے کی بجائے موٹا کر جاتا ہے۔ یہ جسم کی فربہی دراصل نفس کی فربہی بھی ہوسکتی ہے۔ اس لئے عام طور پر بھولے پن میں، لاعلمی میں لوگ ایسا کرتے ہیں مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’تزکیہ نفس ہوتا ہے‘‘ جو کم کھانے سے زیادہ ہوتا ہے۔ پس جتنا آپ کم کھانے کی طرف متوجہ ہوں گے اتنا ہی رمضان آپ کے لئے فائدہ بخش ہوگا۔

روزے سے کشفی قوتیں بڑھتی ہیں

’’اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں‘‘ یعنی خدا تعالیٰ کو انسان مختلف صورتوں اور صفات میں دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہ کشفی قوتوں کا لفظ بہت بامعنیٰ تو ہے ہی مگر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بعض لوگوں کو ویسے ہی دماغ کی خرابی سے یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ کشف دیکھ رہے ہیں یا نیند کے غلبے کی وجہ سے ان کو کچھ سمجھ نہیں آتی اور اپنے خیالات کو ہی کشف بنا لیتے ہیں۔ رمضان میں کشوف کا جو کم کھانے سے تعلق ہے یہ بالکل اور چیز ہے۔ اس کا نفسانی خواہشات اور اپنے دل کے خیالات سے کوئی بھی تعلق نہیں اور مضمون بتاتا ہے کہ وہ کشف حقیقی خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا یا دل کا وہم تھا۔ دل کے توہمات میں ربط کوئی نہیں ہوتا، دل کے توہمات میں ایسی سچائی اور پاکیزگی نہیں ہوتی جو انسان کو گناہوں سے دور پھینک دے۔ پس کشف کا احساس کافی نہیں، کشف کا مضمون ضروری ہے کہ کشف میں وہ مضمون ہو جو تقویٰ کا مضمون ہے۔ اگر تقویٰ کا مضمون ہے تو انسان کو یہ کہنے کی ضرورت بھی نہیں کہ میں نے کشف دیکھا ہے۔ اگر تقویٰ کا مضمون ہوگا تو کشف دیکھنے والا اپنے کشف کو چھپا لے گا اور اس کے تذکرے نہیں کرے گا۔ پس رمضان میں یہ ساری شرطیں اکٹھی پائی جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الفاظ کو غلط معنے پہنا کر آپ میں سے کئی گمراہ بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ خیال کر کے کہ ہم بڑے صاحب کشف بن گئے رمضان میں، لوگوں سے تذکرے شروع کر دیں کہ یوں مجھے ہلکا سا جھونکا آیا میں نے کشف میں یہ دیکھ لیا۔ یہ ساری باتیں بتانے کا جتنا شوق ہوگا اتنا ہی آپ کا کشف جھوٹا ہوگا۔ لیکن سچے کشوف میں بعض دفعہ دوستوں اور عزیزوں کے متعلق خبر دی جاتی ہے اور وہ خبریں ایسی ہوتی ہیں جو سچی نکلتی ہیں۔ پس ان خبروں کا تذکرہ کرنا تقویٰ کے خلاف نہیں اور ان کشوف کو جھوٹا قرار نہیں دیتا۔

’’پس خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزے دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تَبَتُّل اور اِنقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جائے‘‘۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳۔ مطبوعہ لندن)

روزے اور نماز کی عبادت میں فرق

پھر روزے اور نماز کی عبادتوں میں ایک فرق بیان فرمایا ہے۔

’’روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز وگداز پیدا ہوتا ہے اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں پیدا ہوسکتی ہے‘‘۔

یہ وہی بات ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ کشوف تو ہوتے ہیں مگر کشوف میں ایک نفس کا دھوکہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ جوگی بھی جو ریاضتیں کرتے ہیں وہ کشوف دیکھتے ہیں لیکن ان کشوف کا بنی نوع انسان کی بھلائی اور نیکی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ عجیب وغریب کشوف ہیں جن کے تفصیلی تذکرے کی یہاں ضرورت نہیں مگر جوگیوں نے کبھی دنیا میں پاکیزگی نہیں پھیلائی۔ کبھی دنیا میں کسی مذہب کے جوگیوں نے بنی نوع انسان کی روحانی حالت تبدیل نہیں کی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام متوجہ فرما رہے ہیں کہ روزے کے کشوف میں بعض دفعہ جوگیوں والی کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں شامل نہیں۔

روزے کا مقصد۔ نماز

اب یہ دیکھیں کہ نماز کو روزے سے افضل قرار دیا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ روزہ سب سے افضل ہے۔ روزے کی جزاء اللہ ہے۔ اس میں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ روزہ بمقابل نماز نہیں ہے بلکہ روزے کا مقصد نماز ہے اور نمازوں کی حالت کو درست کرنا ہے۔ پس اگر روزے میں نمازیں نہ سنوریں تو روزہ بے کار ہے۔ اگر روزے میں نمازیں سنور جائیں تو روزہ نماز کا معراج اور نمازیں روزے کا معراج بن جاتی ہیں۔ پس اس میں تفریق نہ کریں ورنہ مضمون بالکل بگڑ جائے گا۔ حقیقت میں روزے کے دوران جتنی نمازیں سنوریں گی اتنا ہی روزے کا آپ پھل پائیں گے اور اس حد تک سنور جانی چاہئیں کہ گویا آپ کو خدا نظر آگیا اور گویا اللہ آپ کو دیکھنے لگا۔ یہ صورتیں ہیں جو درحقیقت روزے کی افضلیت میں پیش نظر رہنی چاہئیں۔

دین اسلام کے پانچ مجاہدات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ 433 پر فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقات، حج اور اسلامی دشمن کا ردّ اور دفع خواہ وہ سیفی ہو خواہ قلمی ہو‘‘۔

یہ پانچ مجاہدات ہیں جو مسلمان پر فرض ہیں۔ پہلی نماز پھر روزہ پھر زکوٰۃ، صدقات اس کے ذیل میں آتے ہیں۔ چوتھا حج اور پانچواں جہاد خواہ وہ سیفی ہو خواہ وہ قلمی ہو۔

فرمایا: ’’یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں۔ یعنی ایسا نہیں چاہئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ نفلی روزے کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے‘‘۔

اب رمضان کے آنے پر کتنے دل خوش ہوتے ہیں اور کتنے دل غمگین ہوتے ہیں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ہر انسان جو اپنا جائزہ لے گا اس کو محسوس ہوگا کہ رمضان کے آنے پر ویسی خوشی نہیں ہوتی شروع میں جیسی کہ رمضان کے آنے کا حق ہے بلکہ لوگ گھبراتے ہیں اور ڈرتے ہیں۔ پس اس عبارت کو سننے کے بعد یہ خیال نہ کریں کہ وہ منافقین ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بوجھ اٹھانے سے پہلے دل میں خوف ضرور پیدا ہوتا ہے اور انسان رمضان میں داخل ہونے سے پہلے ڈرتا ہے کہ میں اس کے تقاضے پورے کرسکوں گا یا نہیں کرسکوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے تقاضے آسان فرما دیتا ہے۔ اس لئے جب میں یہ عبارت پڑھوں گا تو بعض لوگ ڈر کے یہ نہ سمجھیں کہ ان کی حالت منافقانہ ہے نعوذباللہ من ذٰلک۔ کیونکہ عام دستور ہے کہ ہمیشہ رمضان کی ذمہ داریوں کا خوف، رمضان کی آمد کے وقت شروع ہو جاتا ہے اور انسان شروع میں کچھ گھبراتا ہے کہ دیکھوں مجھ پر کیا گزرے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ سچے بندوں کے لئے رمضان کو آسان فرما دیتا ہے اور پھر بشاشت کے ساتھ انسان رمضان میں سے گزر جاتا ہے۔ اس تمہید کے بعد میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔

روزہ رکھنے کی تڑپ

’’وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزے رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے‘‘۔

جو شخص اس بات پر خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا اگر بیماری اس کے راستے میں حائل ہو جائے وہ روزہ نہ رکھ سکے تو آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔

’’لیکن اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہلِ دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں

ویسے ہی خدا کوفریب دیتے ہیں۔ بہانہ جُو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کرکے ان مسائل کوصحیح گردانتے ہیں“۔

اب جوحقیقی بہانہ جُو ہیں جن کا دل سچ مچ رمضان کی آمد سے خوش نہیں ہوتا ان میں اور سچے مومنوں میں جو دل سے رمضان کو برا نہیں جانتے اس کے فیض سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں یہ نمایاں فرق ہے کہ سچے لوگ جب رمضان میں داخل ہوتے ہیں تو ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ جس طرح بھی بَن پڑے وہ روزہ رکھیں اور بیماریوں کے بہانے ان کی راہ میں حائل نہ ہوں۔ اور جو بہانہ جُو لوگ ہیں جو رمضان کی آمد سے خوش نہیں ہوتے ان کے نفس کے بہانے تیزی دکھانے لگتے ہیں۔کوئی کہتا ہے کہ مجھے جب میں روزہ رکھوں تو چھینکیں شروع ہو جاتی ہیں۔کوئی سمجھتا ہے کہ اس کے پیٹ میں خرابی ہو جاتی ہے، کسی کو سر درد ہو جاتی ہے، کسی کو اور بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔غرضیکہ وہ روزمرہ کی بیماریاں جو اس کو لاحق ہوتی ہی رہتی ہیں وہ رمضان کے سر جَڑتا ہے اور کہتا ہے کہ اب تو مَیں خدا کا حکم مانوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو روزہ نہیں رکھ سکتا بیماریوں کی وجہ سے وہ نہ رکھے تو کون ہے مجھے حکم دینے والا میں تو خدا کا حکم مانوں گا۔لیکن جب ان کا باقی سال آپ دیکھیں گے تو اس میں بھی نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ زندگی بھر محروم رہتے ہیں ورنہ کم سے کم باقی وقت تو رکھیں۔ جو واقعۃً سچے عذر کی وجہ سے رکتے ہیں، اللہ کی خاطر رکتے ہیں وہ باقی سال میں ضرور رکھتے ہیں اور یہ لوگ اپنی عمر گنوا دیتے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تحریرات کو غور سے پڑھیں تو ہمارے لئے بہت سے باریک مسائل کو آپ کھولتے چلے جاتے ہیں۔

”لیکن جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے اس کا کیا حال ہے۔خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابلِ قدر شے ہے“۔

پس روزے سے محرومی کے نتیجے میں اگر دردِ دل ہو تو ایک بہت ہی اعلیٰ نشان ہے اس بات کا کہ واقعۃً تمہاری روزوں سے محرومی تمہیں ثواب سے محروم نہیں رکھے گی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسے درد دل والے کو عام روزہ رکھنے والے کے ثواب سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔.......... جبکہ حیلہ جُو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں“۔

”جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روز رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہیں رکھے گا“۔

روزوں میں حائل بیماریوں سے بچنے کے لئے دعا

اسی طرح حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر پر جس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہیں، مَیں یہ دعا پڑھ کر اس خطبے کو ختم کروں گا۔آپ فرماتے ہیں:

”پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں۔اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ، یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کرسکوں یا نہ اور اور اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا“۔

اس لئے روزوں میں حائل ہونے والی بیماریوں کا علاج بھی یہ دعا ہے جو اس مہینے میں کثرت سے کرنی چاہئے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا۔مگر اس نے قید میں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ سے مجھے محروم نہ رکھے تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔مومن کی چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور (بہادر) ثابت کردے“۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶/جنوری ۱۹۹۸ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل جلد ۵ شمارہ ۱۰ ۔ ۶/مارچ ۱۹۹۸ء)

بقیہ: (گھانا) میں چند جماعتی تقریبات
از صفحہ نمبر13

سے خطاب کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا” احمدیہ مسلم مشن سے میرا پرانا تعلق ہے۔ جب مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب Tamale میں بطور مبلغ تعینات تھے اور ٹمالے سیکنڈری سکول میں اسلام پڑھانے آیا کرتے تھے۔ یہ تعلق دن بدن بڑھتا گیا۔ جب میں لندن گیا تو وہاں جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ سے ملاقات کی۔آپ نے مجھے بڑی محبت سے خوش آمدید کہا اور یورپ کی سب سے بڑی مسجد بیت الفتوح کی سیر کروائی۔

جماعت احمدیہ نے ٹمالے شہر میں اس مسجد کی تعمیر کے ذریعہ ایک بڑا کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ اس خوبصورت بلڈنگ نے ٹمالے شہر کی خوبصورتی میں اضافہ کیا ہے۔ یہ مسجد اس قدر خوبصورت اور دلکش ہے کہ اس شاہراہ سے گزرنے والا کوئی شخص خواہ ملکی ہو یا غیر ملکی اس مسجد کا نظارہ کئے بغیر نہیں گزر سکتا۔

اس علاقے میں امن کی بہت ضرورت ہے۔اس لئے مذہبی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے امن وآشتی کو رواج دیں۔“

آپ کے خطاب کے بعد خاکسار نے ان کا شکریہ ادا کیا کہ جنوری 2006ء میں جلسہ سالانہ گھانا کے وقت ٹمالے احمدیہ مسجد میں تشریف لانے کا جو وعدہ آپ نے خاکسار سے کیا تھا وہ آج پورا ہو گیا ہے۔

مسجد سے فارغ ہو کر آپ جماعت کے صوبائی دفتر میں تشریف لائے Visiter's book پر تاثرات لکھے۔خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی۔ پھر آپ احباب جماعت کو ہاتھ ہلا کر سلام کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

محترم نائب صدر مملکت جناب Aliu Mahama کی مسجد احمدیہ میں آمد اور خطاب کو ٹیلیویژن، ریڈیو اور اخبارات نے نمایاں Coverage دی۔آپ کے ہمراہ جناب ابوبکر صدیق صوبائی منسٹر جناب محمد امین، صوبائی ڈپٹی منسٹر کے علاوہ تمام صوبائی وضلعی سرکاری افسران مسجد احمدیہ میں تشریف لائے اور نماز جمعہ میں شامل ہوئے۔

قارئین سے ان پروگراموں کے اچھے نتائج کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ ❁❁❁❁❁❁❁

مجلس خدام الاحمدیہ مالی (Mali) کے پہلے سالانہ اجتماع کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: ظفر احمد بٹ ۔مبلغ سلسلہ مالی)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ مالی (Mali) کو مورخہ 16 اور 17/ستمبر 2006ء کو اپنا پہلا سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق ملی۔اس اجتماع کی تیاری کے سلسلہ میں دو ماہ قبل تمام ریجنز اور باکو شہر کی مجالس میں پروگرام اور اجتماع کا نصاب پہنچایا گیا۔اور اس کے بعد پانچ میٹنگز میں اس اجتماع کی تیاری کا جائزہ لیا جاتا رہا۔

15/ستمبر بروز جمعۃ المبارک باکو (Bako) شہر کی قریبی جماعتوں اور دوسرے ریجنز سے خدام کے وفود پہنچنا شروع ہوئے۔نماز مغرب کے بعد مکرم امیر صاحب برکینا فاسو کے نمائندے مکرم ودراگو عبدالحئی صاحب نے درس دیا اور خدام کے ساتھ مجلس سوال وجواب منعقد ہوئی جس میں قریباً ساٹھ خدام نے حصہ لیا۔

پہلا روز بروز ہفتہ

اجتماع کا آغاز حسب روایت نماز تہجد سے ہوا۔ نماز فجر کے بعد مکرم ودراگو عبدالحئی صاحب نے درس دیا جس میں اطاعت نظام کے موضوع پر لیکچر دیا۔

نماز ظہر سے قبل تمام مجالس سے خدام پہنچ چکے تھے۔مشن ہاؤس کے قریبی میدان میں خدام نے بڑی محنت سے اجتماع گاہ اور گیٹ کو خوبصورت بینرز سے سجایا۔نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد کھانا پیش کیا گیا اور افتتاحی تقریب کی تیاری کی گئی۔

افتتاحی تقریب

چار بجے سہ پہر مہمان خصوصی مکرم ودراگو عبدالحئی صاحب، صدر مجلس خدام الاحمدیہ مالی وباکو شہر اجتماع گاہ میں پہنچے تو خدام نے نعرہ ہائے تکبیر، اسلام احمدیت زندہ باد اور لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے نعروں کے ساتھ استقبال کیا۔

اجتماع کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو آدم دیالو صاحب نے کی اور اس کا لوکل زبان میں ترجمہ بھی پیش کیا ۔پھر صدر صاحب خدام الاحمدیہ مالی نے خدام کا عہد دہرایا جس کے بعد مکرم ودراگو عبدالحئی صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں خدام کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور اجتماع کی حاضری کے لئے خدام کی حوصلہ افزائی کی ۔آخر میں مکرم عمر معاذ صاحب نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام پر تقریر کی اور خدام کو قیمتی نصائح فرمائیں۔دعا کے ساتھ یہ سیشن اختتام پذیر ہوا۔

افتتاحی تقریب کے بعد انفرادی واجتماعی ورزشی مقابلے کروائے گئے۔

رات ساڑھے آٹھ بجے علمی مقابلہ جات کروائے گئے جن میں تلاوت قرآن کریم، اذان، حفظ قرآن، تقریر، دینی معلومات اور پیغام رسانی کے مقابلہ جات شامل تھے۔یہ مقابلے رات دیر تک جاری رہے۔

دوسرا روز بروز اتوار

دوسرے دن کا آغاز بھی نماز تہجد سے کیا گیا۔نماز فجر کے بعد مکرم عمر معاذ صاحب نے درس دیا۔جس کے بعد خدام کو ورزش کروائی گئی۔ ناشتہ کے بعد پھر ورزشی مقابلہ جات شروع ہوئے۔ سب سے پہلے ڈاک دوڑ کا مقابلہ ہوا پھر خدام کی چار ٹیموں کے رسّہ کشی اور فٹ بال کے مقابلے ہوئے۔

اختتامی تقریب

اختتامی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد باشا کا تراورے نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عربی قصیدہ خوش الحانی سے پیش کیا۔ پھر مکرم مدیہو کانوتے صاحب نے خدام الاحمدیہ کی سالانہ رپورٹ پیش کی۔اس کے بعد مکرم ودراگو عبدالحئی صاحب نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر خطاب کیا جس میں جماعتی ترقیات کو سراہا۔اس کے بعد آپ نے نمایاں پوزیشنز لینے والے خدام واطفال میں انعامات تقسیم کئے۔آخر پر مکرم عمر معاذ صاحب نے اپنی تقریر میں خدام کو قیمتی نصائح فرمائیں۔

اس اجتماع میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدام الاحمدیہ مالی کی 26 مجالس کے 260 خدام واطفال نے شرکت کی جن میں سے 20 خدام بذریعہ سائیکل 25 کلومیٹر کا فاصلے طے کرکے اجتماع میں شامل ہوئے۔اللہ کے فضل سے یہ اجتماع بہت ہی کامیاب رہا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ خدام واطفال کے اندر پاکیزہ تبدیلیاں پیدا فرمائے اور مجلس خدام الاحمدیہ مالی کو دینی ودنیاوی ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔آمین

❁❁❁❁❁❁❁

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
قائم شدہ 1952
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز ربوہ
ریلوے روڈ
6214750
6214760
اقصیٰ روڈ
6212515
6215455
پروپرائٹر۔میاں حنیف احمد کامران
Mobile: 0300-7703500

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

جماعت احمدیہ ٹمالے (Tamale) (گھانا) میں

چند جماعتی تقریبات

(رپورٹ: مظفر احمد درانی - مبلغ گھانا)

ٹمالے (Tamale) گھانا کا تیسرا بڑا شہر ہے جو شمالی صوبہ کا دارالحکومت بھی ہے۔ گھانا سے بورکینا فاسو جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک پرانی اور مضبوط جماعت قائم ہے۔ 1960ء کی دہائی سے یہ مرکزی مبلغ کا سنٹر بھی ہے۔ اُس وقت سے کئی مرکزی مبلغین یہاں کام کر چکے ہیں۔ یہ وہی شہر ہے جہاں 1980ء کی دہائی میں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بطور زرعی مینیجر رہائش پذیر تھے۔ جب آپ نے گھانا کی تاریخ میں پہلی دفعہ گندم اُگانے کا کامیاب تجربہ کیا۔

ٹمالے شہر کے مرکز میں برلب شاہراہ جماعت احمدیہ کی بہت ہی خوبصورت اور وسیع دومنزلہ مسجد قریب التکمیل ہے جس کے مینار، گنبد اور دفاتر تین منزلہ ہیں۔

باقی جماعتوں کی طرح ٹمالے جماعت میں بھی جماعتی روایات کے مطابق مختلف تقریبات اور پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں جن میں احباب جماعت ذوق وشوق سے شامل ہو کر استفادہ کرتے ہیں۔ گزشتہ کچھ عرصہ میں جو پروگرام اس جماعت میں منعقد ہوئے ان کی مختصر رپورٹ بغرض دعا پیش خدمت ہے۔

جلسہ پیشگوئی مصلح موعودؓ

پیشگوئی مصلح موعودؓ کی تاریخ اشاعت 20؍فروری ہے۔ لیکن احباب جماعت کی سہولت کی خاطر 26؍فروری 2006ء اتوار کا دن جلسہ کے انعقاد کے لئے مقرر کیا گیا۔ مقررین کو قبل از وقت عناوین سے مطلع کیا گیا۔ مسجد میں اعلانات اور انفرادی رابطوں سے احباب کو پروگرام سے آگاہ کر کے شمولیت کی دعوت دی گئی۔ مقررہ دن نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد مکرم ایم۔ ایس۔ آدم صاحب صوبائی صدر جماعت کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم سے اس جلسہ کا آغاز ہوا۔ نظم کے بعد صدر محترم نے افتتاحی خطاب میں پیشگوئی مصلح موعودؓ کے الفاظ وضاحت کے ساتھ پڑھ کر سنائے۔ دوسری تقریر مکرم عبدالعزیز بن سلیمان صاحب سیکرٹری تربیت کی تھی۔ آپ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات بیان فرمائے۔ پروگرام کی آخری تقریر خاکسار مظفر احمد درانی کی تھی جس میں احباب کے سامنے حضرت مصلح موعودؓ کے کارہائے نمایاں تفصیل سے بیان کئے کہ کس طرح آپ نے آغاز جوانی سے لے کر وفات تک جماعت کو منظّم ومستحکم کرنے کے لئے اقدامات فرمائے۔ تحریک جدید، وقف جدید اور ربوہ کا قیام، ذیلی تنظیموں کا قیام اور ان کی رہنمائی، جماعتی ادارہ جات کا انتظام اور تعلیم وتفسیر القرآن جیسے اہم کام آپ کے کارہائے نمایاں میں شامل ہیں۔

آخر پر پروگرام کے مطابق احباب کو موضوع سے متعلق سوالات کی دعوت دی گئی جس سے تشنہ پہلو مزید واضح ہو گئے۔ ساتھ ساتھ حاضرین کی تواضع کا سلسلہ جاری رہا۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 23؍مارچ 1889ء کو لدھیانہ سے احمدیت مسلم جماعت کا آغاز فرمایا۔ یہ دن جماعت میں یوم البیعت اور یوم مسیح موعودؑ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس دن کی مناسبت سے ساری دنیا کی جماعتوں میں تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ ٹمالے جماعت نے اپنی مقامی سہولت کے پیش نظر اتوار کے روز 26؍مارچ کو احمدیہ مسجد میں جلسہ کا پروگرام رکھا۔

تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم سلیمان بن ادریس صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد پر تقریر کی اور بتایا کہ آغاز میں کس قدر مخالفت تھی۔ بازار چلتے ہوئے لوگ آوازے کسا کرتے تھے۔ ہمارے جلسوں پر مخالفین پتھراؤ کیا کرتے تھے۔ مگر آج جماعت کا ایک مقام اور احترام ہے۔ اور جماعت کے حقوق کو مساوی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

دوسری تقریر خاکسار مظفر احمد درانی مبلغ سلسلہ کی تھی۔ خاکسار نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث سے مثالیں دے کر واضح کیا کہ آپ صادقوں کے سچے معیار پر پورا اترتے ہیں۔ 117 سال قبل قادیان سے بلند ہونے والی آواز آج ہر ملک اور ہر قوم کے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بن چکی ہے۔ کروڑوں سعید روحیں ایک ہی راگ الاپ رہی ہیں کہ ’’اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَآءِ جَآءَ الْمَسِیْح جَآءَ الْمَسِیْح‘‘ کہ اے لوگو! آسمان کی آواز سنو کہ مسیح ومہدی تشریف لا چکے ہیں۔

تقاریر کے بعد بڑی دلچسپ مجلس سوال وجواب جاری رہی۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام ختم ہوا۔

جلسہ سیرت النبی ﷺ

اگرچہ جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کے آغاز کا سہرا جماعت احمدیہ کے سر ہے۔ سال بھر ایسے جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ لیکن ربیع الاول کی آمد کے ساتھ ہی ایسے جلسوں کی ضرورت زیادہ محسوس ہونے لگتی ہے تا کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت وسوانح کے پاکیزہ بیان کے ذریعہ اسوہ حسنہ کی طرف رہنمائی کے ساتھ ساتھ مؤثر رنگ میں حضور پرنور ﷺ پر درود وسلام کی تحریک وتلقین کی جاسکے جو کہ ہر احمدی مسلمان کا روزانہ کا معمول ہونا چاہئے۔

اس غرض کے لئے مورخہ 16؍اپریل 2006ء بروز اتوار احمدیہ سنٹرل مسجد ٹمالے میں بعد نماز ظہر وعصر جلسہ سیرت النبیؐ منعقد کیا گیا جس کی صدارت مقامی صدر مکرم مصطفیٰ کمال صاحب نے فرمائی۔ تلاوت قرآن کریم اور قصیدہ کے بعد مکرم عبدالغفار صاحب جنرل سیکرٹری نے آنحضرت ﷺ کے بچپن اور جوانی پر روشنی ڈالتے ہوئے آنحضورؐ کے اُسوہ حسنہ برائے اطفال وخدام بیان کئے۔

مکرم ایم ایس آدم صاحب صوبائی صدر نے آنحضرت ﷺ کے آغاز نبوت کو بیان کیا اور اس سلسلہ میں آپؐ کی محنت وجذبہ اور توکل علی اللہ کے حوالے سے آپ کی سیرت پر روشنی ڈالی۔

اس پروگرام کی آخری تقریر میں خاکسار نے برکات وفیضان محمد مصطفیٰ ﷺ کے سلسلہ میں وضاحت کی کہ آپؐ نہ صرف اپنے وقت کے لوگوں کے لئے رحمت تھے بلکہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں اور اپنے بعد تا قیامت پیدا ہونے والے لوگوں کے لئے بھی مجسم رحمت تھے۔ آپؐ کا فیضان آج بھی جاری ہے جیسے آپ کی زندگی میں جاری تھا۔ آپؐ نے قرآنی شریعت، اپنے اسوہ حسنہ اور اپنی دعاؤں اور رہنمائی سے برکات کا ایک سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ دور حاضر میں آپ کی سب سے بڑی برکت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے وجود کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے جس کے ذریعہ اب احیاء اسلام ہو رہا ہے۔ آج خالق ومالک خدا تک پہنچنے کی شاہراہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تقاریر کے بعد مجلس سوال وجواب منعقد ہوئی جس میں خاص طور پر اسلام کے پُرامن مذہب ہونے پر گفتگو ہوئی۔ امن کا بادشاہ آج ناحق سے مورد الزام ہے جس کے ذمہ دار اپنے بھی ہیں اور بیگانے بھی۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ یوم خلافت

نبوت کے بعد سب سے بڑا روحانی انعام خلافت ہے جس کا وعدہ قرآن کریم میں اعمال صالحہ بجالانے والے مومنین سے کیا گیا ہے۔ آخرین کے دور میں اس آسمانی نعمت کا نزول حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے دوسرے دن 27؍مئی 1908ء کو جماعت مومنین پر ہوا، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے تائیدی ہاتھ سے حضرت مولانا حافظ الحاج نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر متمکن فرمایا اور غم زدہ روحوں کو تسکین عطا فرمائی۔

یہ دن جماعت احمدیہ میں خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر کرنے کے لئے بطور ’’یوم خلافت‘‘ منایا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ ٹمالے (Tamale) نے مورخہ 28؍مئی 2006ء کو احمدیہ مسجد میں بعد نماز ظہر وعصر ایک جلسہ کا انعقاد کیا جس کی صدارت کے فرائض مکرم ایم ایس آدم صاحب صوبائی صدر نے سرانجام دئے۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم عبدالعزیز بن سلیمان صاحب سیکرٹری تربیت نے ’’ضرورت خلافت‘‘ کے عنوان پر تقریر کی۔ اور فرمایا کہ چونکہ معاشرہ کا امن اور اسلام کی ترقی خلافت سے وابستہ ہے اس لئے اس کا قیام واستحکام از حد ضروری ہے۔ اس لئے ہر احمدی کو خدا کے شکر کے ساتھ ساتھ قیام خلافت کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

دوسری تقریر مکرم اسحٰق آڈا صاحب نائب صوبائی ناظم انصاراللہ نے کی۔ آپ نے برکات خلافت کو اپنا موضوع بنایا اور آیت استخلاف کے حوالے سے ایمان، اعمال صالحہ، الٰہی انتخاب، قیام امن اور تمکنت دین جیسی برکات کا ذکر کیا اور بتایا کہ آج ہم جو کچھ بھی ہیں برکات خلافت کی وجہ سے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ 85-1984ء میں جب حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ٹمالے میں رہائش پذیر تھے تو مکرم اسحٰق آڈا صاحب کی قیادت میں ایک خادم تھے مگر آج خلافت کی برکت سے اسحٰق آڈا صاحب آپ کے ادنیٰ خادموں میں سے ہیں۔

آخری تقریر خاکسار (مظفر احمد درانی) نے ’’اسلام میں خلافت‘‘ کے عنوان سے کی کہ کس طرح آنحضرت ﷺ کی وفات پر اسلام میں خلافت کا بابرکت نظام جاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر کے ڈوبتے ہوئے دلوں کو سنبھالا اور اپنے دین کو تقویت دی۔ اور یہ اصحاب رسولؐ کا دوسرا اجماع تھا جبکہ اس وقت اصحاب رسول اپنے پہلے اجماع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیاء سابقین کی وفات پر اتفاق کر چکے تھے۔

پھر ایک ایک خلیفہ راشد کا تعارف زمانہ خلافت اور خدمات کا مختصر تذکرہ کیا گیا۔ تقریباً تیس سال کے بعد پیشگوئی کے مطابق خلافت کا دور ختم ہوا تو ملوکیت وبادشاہت کا آغاز ہوا۔

پھر دور آخرین میں جب خلافت کا آغاز ہوا۔ اس کا احوال، خلفاء مسیح موعود کا تعارف، دور خلافت اور کارہائے نمایاں کا مختصر ذکر کیا گیا۔ احترام وحفاظت خلافت کے لئے ہر دم، ہر قربانی کے لئے تیار رہنے کی تلقین کی۔

تقاریر کے بعد سوالات اور تاثرات کی دعوت دی گئی جس سے بعض دیگر امور بھی واضح ہوئے۔ یہ پروگرام بہت ہی کامیاب اور پراثر رہا۔ دعا کے ساتھ یہ جلسہ برخاست ہوا۔ مذکورہ بالا تمام پروگرام انگریزی زبان میں ہوئے، ہر تقریر کے بعد اس کا خلاصہ مقامی زبان Dagbani میں پیش کیا جاتا رہا۔

ریڈیو پر سیرۃ النبیؐ کا بیان

بعض مغربی ممالک کے اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر حضور پرنور خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ سیرۃ النبیؐ پر بکثرت لکھا اور بیان کیا جائے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ ٹمالے نے Diamond Radio پر اپنے ہفتہ وار مستقل پروگرام کو سیرۃ النبیؐ کے بیان کے لئے مختص کر دیا۔ چنانچہ اس وقت سے ہر جمعرات کے روز بعد نماز فجر تیس منٹ کا سیرۃ النبیؐ پروگرام مذکورہ ریڈیو پر پیش کیا جا رہا ہے۔ کوشش کر کے گورنمنٹ ریڈیو GBC، گھانا براڈکاسٹنگ کارپوریشن پر بھی وقت حاصل کیا گیا۔ چنانچہ ماہ جنوری 2006ء سے ہر تیسرے جمعہ کے روز دو پروگرام سیرۃ النبیؐ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔ دوپہر والے پروگرام کا دورانیہ 45 منٹ ہے جبکہ شام کے پروگرام کا دورانیہ 30 منٹ ہے۔

خدا کے فضل سے ہمارے ریڈیو پروگرام بہت ہی کامیاب اور مقبول ہیں۔ پرحکمت وپرامن تعلیم کے ساتھ ساتھ بیک وقت انگریزی اور مقامی زبان Dagbani میں پیش ہونے کے باعث زیادہ سے زیادہ لوگ ان سے استفادہ کر پاتے ہیں۔

دوسرے جمعوں پر جب دوسرے لوگ پروگرام پیش کرنے کے لئے نہیں آتے تو ہمارے ہی پروگرام کی ریکارڈنگ لگا دی جاتی ہے۔

ریڈیوز کی انتظامیہ بھی اس بات سے بہت متاثر ہے کہ ہم مسلسل رسول اللہ ﷺ کی محبت بھری تعلیم ہی پیش کر رہے ہیں جس سے ہماری محبت رسول بھی واضح ہو رہی ہے۔ لوگ خطوط اور ٹیلی فونز کے ذریعہ اپنے تاثرات، آراء اور سوالات بھجواتے رہتے ہیں جنہیں پروگرام کا حصہ بنایا جاتا ہے۔

نائب صدر مملکت گھانا کی مسجد احمدیہ ٹمالے میں آمد

گزشتہ دنوں عزت مآب جناب Aliu Mahama نائب صدر مملکت گھانا تین روزہ سرکاری دورے پر ٹمالے (Tamale) تشریف لائے تو 5؍مئی 2006ء کو نماز جمعہ مسجد احمدیہ میں ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس کی سرکاری اطلاع ہمیں اسی روز صبح کے وقت کی گئی۔

خطبہ جمعہ میں خاکسار مظفر احمد درانی مبلغ سلسلہ نے بیان کیا کہ صحابہ رسول ﷺ کی فدائیت کے نمونے آج جس جماعت میں نظر آتے ہیں وہ جماعت مامور زمانہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ السلام کی تیار کردہ ہے۔ کیونکہ آپ لوگوں کو خدا اور اسلام کی صحیح تعلیم کی طرف دعوت کرنے آئے تھے جس میں آپ بفضل خدا کامیاب وکامران ہوئے جس کا ثبوت آج احباب جماعت احمدیہ کی انفرادیت ہے۔ جناب نائب صدر مملکت اور ان کے سرکاری قافلے کے ارکان نے بڑی توجہ سے خطبہ سنا۔

نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد مکرم الحسن نورالدین مومن صاحب سابق صوبائی صدر نے نائب صدر مملکت کو حاضرین

باقی صفحہ نمبر 12 پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TLU.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خانصاحب گوڑیانیؓ

ماہنامہ ''خالد'' ربوہ جون 2005ء میں مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب کے قلم سے حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑیانیؓ کے حالات زندگی شامل اشاعت ہیں۔

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑیانی تحصیل جھجر ضلع رہتک کے رہنے والے تھے۔ پیدائش تقریباً 1852ء میں ہوئی۔ آپؓ ایک قابل ڈاکٹر تھے۔ جب آپ کریانوالہ ڈسپنسری متصل لالہ موسیٰ میں اسسٹنٹ سرجن تھے تو وہاں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' ملی۔ اس کے مطالعہ کے دوران آپ کو خیال آیا کہ میں نے تسلیم کرلیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ سچے ہیں تو پھر ظاہری بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ اسی حالت میں آپ سو گئے تو خواب میں حضورؑ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ نماز کے بعد حضورؑ نے آپ کی بیعت لی اور آپ کے اندر سے کئی بت نکال کر انہیں تلوار سے قتل کرتے ہوئے ہر بار فرمایا کہ یہ تکبر، شرک، رسم و رواج وغیرہ کے بت تھے۔ جب یہ خواب آپ نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں تحریر کیا تو حضورؑ نے جواباً فرمایا کہ آپ کی بیعت روحانی طور پر تو ہوگئی کسی وقت ظاہری بیعت سے بھی آکر مشرف ہو جائیں۔ چنانچہ آپؓ قادیان جاکر دستی بیعت سے بھی مشرف ہوگئے۔

1896ء میں حضرت ڈاکٹر صاحبؓ ملازمت کے سلسلہ میں افریقہ بھیج دیئے گئے اور قریباً تین سال بعد 1898ء میں واپس ہندوستان تشریف لائے۔ افریقہ میں آپؓ نے تبلیغ کی طرف بہت توجہ دی۔ آپؓ کے دو تین فوجی ڈاکٹر ساتھی بھی آپؓ کی تبلیغ سے احمدی ہوگئے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کو فوجی خدمات پر مختلف جگہوں پر جانا پڑتا تھا اس طرح قریباً مشرقی افریقہ کی کل بندرگاہوں پر آپ تبلیغ کرتے رہے۔ بعض لوگ خواب کے ذریعہ بھی احمدی ہوئے۔ آپؓ نے کئی لوگوں کو قرآن کریم بھی پڑھایا۔

1898ء میں حضرت ڈاکٹر صاحب واپس ہندوستان آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان تشریف لائے۔ اس دور میں حضرت مسیح موعودؑ کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ مقدمہ چل رہا تھا۔ اس مقدمے کے ایام میں حضرت ڈاکٹر صاحب نے ایک خاص خدمت کی یوں توفیق پائی کہ آپؓ ایک استفتاء لے کر مختلف علماء کے پاس گئے جو دراصل مولوی صاحب کے بارہ میں تھا کیونکہ انہوں نے گورنمنٹ کو خوش کرنے اور زمینیں حاصل کرنے کے لئے جو ایک رسالہ انگریزی میں شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ مسلمانوں میں جو مہدی کے آنے کا عقیدہ ہے اس کے لئے کوئی صحیح سند نہیں ہے اور اس طرح مہدی کے آنے کے عقیدہ کا انکار کیا تھا۔ دہلی اور امرتسر کے بڑے بڑے علماء نے یہ سوچ کر کہ یہ استفتاء مرزا صاحب کے متعلق ہے بڑی خوشی سے یہ فتویٰ لکھ دیا کہ مہدی کے آنے کے عقیدہ کا منکر کافر ہے۔ جب یہ فتویٰ شائع ہوکر مولوی محمد حسین صاحب کی تحریروں پر چسپاں ہوا تو مولوی محمد حسین اُن علماء سے ملا۔ تب اُن میں سے بعض وہابی علماء نے یہ شائع کیا کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ڈاکٹر اسماعیل جو استفتاء لے کر آیا تھا، مرزا صاحب کا مرید تھا اور ہم نے جو فتویٰ دیا تھا وہ مرزا صاحب کے خلاف دیا تھا مولوی محمد حسین صاحب کے خلاف نہیں دیا تھا۔ علمائے اہل حدیث کی اس حرکت پر لوگ بہت متعجب ہوئے لیکن حنفی علماء نے شائع کیا کہ ہم لوگ اپنے فتوے پر قائم ہیں خواہ وہ مولوی محمد حسین پر پڑے یا کسی دوسرے پر۔

افریقہ سے واپس آکر آپ گوڑگاؤں میں بطور ہاسپٹل اسسٹنٹ متعین ہوئے لیکن 99-1898ء میں ضلع گورداسپور ہوشیارپور میں طاعون پھیلنے کی وجہ سے یہاں بلالئے گئے۔ پھر چار پانچ مہینے بعد گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور میں ہاسپٹل اسسٹنٹ مقرر ہوئے۔ اسی دوران آپؓ کی شادی احمد النساء بیگم صاحبہ بنت حضرت قاضی خواجہ علی صاحبؓ ٹھیکہ دار شکرم لودھیانہ کے ساتھ 10/اکتوبر 1901ء کو ہوئی۔ (آپ کی اولاد کا زیادہ علم نہیں ہوسکا۔ ایک بیٹی عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد شریف صاحب کی وفات 6/جون 1927ء کو ہوئی)۔ گڑھ شنکر کے بعد آپ مادھوپور میں رہے جہاں سے جنوری 1904ء میں پلیگ ڈیوٹی پر بمقام گورداسپور تبدیل کئے گئے۔ ان ایام میں مقدمہ کرم دین شروع تھا۔ جب ڈاکٹر صاحبؓ یہ خبر لے کر قادیان میں حضورؑ سے ملے تو حضرت اقدسؑ بڑے خوش ہوئے۔ فرمایا: اچھا ہوا ڈاکٹر صاحب آپ آگئے۔ اور فرمایا کہ ہمیں وہاں قیام کے لئے بڑی دقت ہوتی ہے اس لئے آپ وہاں ایک بڑا سا مکان کرایہ پر لے لیں جس کا کرایہ ہم ادا کیا کریں گے اور آپ وہاں قیام کریں، ہم جب پیشی کے لئے آیا کریں گے تو وہاں اُترا کریں گے۔ اس حکم کی تعمیل میں ڈاکٹر صاحب مرحوم نے گورداسپور میں تالاب کے نزدیک ایک وسیع مکان پندرہ روپے ماہوار کرایہ پر لے لیا جس میں حضرت اقدس بمعہ احباب اترا کرتے تھے۔

قادیان میں آپؓ کوئی صحابہؓ کے علاج معالجے کا موقع ملا۔ حضرت مرزا مبارک احمد بیمار ہوئے تو آپ بھی معالج ٹیم میں شامل تھے۔ 1905ء میں آپؓ دہلی میں متعین ہوئے۔

آپؓ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ایک عجیب محبت تھی اور حضورؑ کی خیر و عافیت کا آپ کو ہر لحظہ فکر تھا۔ خصوصاً مقدمہ کرم دین کے دوران آپؓ کی اس محبت کا خصوصیت سے اظہار ہوا۔ حضورؑ کے لئے آپ کے دل میں اس جوش محبت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو بھی حضورؑ کی شفقتوں اور محبتوں کا مورد بنایا تھا۔ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپؓ کو فرمایا کہ: ڈاکٹر صاحب! ہمارے دو قسم کے دوست ہیں ایک وہ جن کے ساتھ ہم کو حجاب نہیں اور دوسرے وہ جن کو ہم سے حجاب ہے اس سے ان کے دل کا اثر ہم پر بھی پڑتا ہے اور ہم کو ان سے حجاب رہتا ہے۔ جن لوگوں سے ہم کو کوئی حجاب نہیں ہے ان میں ایک آپ بھی ہیں''۔ آپؓ حضورؑ کی خدمت میں آموں کا تحفہ بھی بھجوایا کرتے تھے۔

حضرت ڈاکٹر صاحبؓ کی روایت ہے کہ مجھے سالن کھانے کا بہت شوق تھا۔ حضرت اپنی طشتری سے بوٹیاں اور سالن نکال کر میرے آگے رکھتے۔ اس طرح کئی دن گذر گئے۔ ایک دن کھانے کے وقت حضور نے فرمایا کہ ''ایک بزرگ تھے ان کے پاس جب کوئی بیعت کے لئے جاتا تو وہ پہلے اسے دو روٹیاں اور ایک چمچہ دال کا دیتے یا کسی سے دال بچ جاتی اور روٹی ختم ہوجاتی یا کسی سے روٹی بچ جاتی اور دال ختم ہوجاتی تو اس کی بیعت نہ لیتے اور فرماتے کہ جو شخص دو روٹی اور ایک چمچہ کا آپس میں نبھا نہیں کرسکا وہ ہمارے ساتھ کیا نبھا کرسکے گا''۔ جب حضور نے یہ قصہ سنایا تو میں نے سمجھا کہ حضور نے میری تربیت کے لئے بتایا ہے اس روز سے آج تک میری یہ کیفیت ہے کہ بعض وقت صرف ایک بوٹی سے روٹی کھالیتا ہوں اور بعض اوقات اس میں سے بھی کچھ حصہ بچ جاتا ہے۔

1905ء میں آپؓ گورداسپور سے تبدیل ہوکر دہلی چلے گئے۔ اکتوبر 1905ء میں حضور علیہ السلام دہلی تشریف لے گئے تو آپؓ بھی رات گئے تک حضورؑ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے۔

25 جولائی 1906ء کو دہلی میں مولوی عبدالحق صاحب سے حضرت میر قاسم علی احمدی صاحب کا مباحثہ ہوا حضرت میر صاحب نے حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب کو میر مجلس مقرر فرمایا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ بغیر کوئی لحہ ضائع کئے خلافت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہوگئے اور تادم مرگ اس تعلق بیعت کو نبھایا۔ آپ سب اسسٹنٹ سرجن کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد قادیان میں رہائش اختیار کرلی اور یہاں بھی اپنی ڈاکٹری خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ ممبر مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان بھی مقرر ہوئے۔

9/جون 1921ء کو قادیان میں 65 برس کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

آپؓ کی وفات والے روز صبح کے وقت حضرت مصلح موعودؓ جب آپؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو فرمایا کہ آج صبح میں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کے آنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اور میں نے ان کو اپنے مکان میں 16 مرلہ زمین دی ہے۔

مکرم میجر عبداللطیف صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 2/جولائی 2005ء میں مکرم جنرل (ر) ناصر احمد صاحب نے محترم میجر عبداللطیف صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا ذکر خیر کیا ہے۔ آپ رقمطراز ہیں کہ مرحوم اپنی 90 سالہ زندگی کے آخری لمحات تک اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔ سب سے پہلے دفتر آتے اور سب سے آخر پر دفتر چھوڑتے۔ اپنے فرائض بغیر شکوہ و شکایت ادا کرتے۔ دن میں ڈاک کے انبار، سینکڑوں ٹیلیفون کالز، فیکس اور بیسیوں مہمان اپنے استفسار اور مطالبات لے کر آتے لیکن مرحوم کے چہرہ پر کبھی ملال نہ آتا۔ پیرانہ سالی کے باوجود نہایت تحمل اور مستعدی سے فرائض ادا کرتے۔ مجھے پندرہ سال اُن کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ اُن کا ماتحتوں سے تعلق ادب اور احترام کا تھا۔ صبح گیارہ بجے کی چائے پر فرداً فرداً بلا کر چائے میں شامل کرتے۔

مرکز سے آمدہ ہدایات پر فوراً عمل کرتے لیکن کسی معاملہ میں محترم امیر صاحب کی راہنمائی کے بغیر قدم نہ اٹھاتے۔ صاف گو تھے اور اپنی ذمہ داری صدق دل سے ادا کرتے۔ حساب کتاب میں نمایاں دسترس اور مال کے نظام پر گہرا عبور رکھتے اور نگہبانی کرتے۔ تمام ضلعی جماعتوں اور عہدیداروں پر بھی گہری نظر رکھتے اور ان کی مدد کرتے۔

مرحوم نے جوانی میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب کا گہرا مطالعہ کرکے بیعت کی تھی۔ حضورؑ کی کتب کے کئی اقتباسات موقع اور محل پر زبانی دوہرا دیتے۔ اپنی تقریروں، گفتگو اور دلائل میں یکتا تھے۔ جوانی کے زمانہ کی کئی مثالیں دیتے جب انہوں نے مخالفین سلسلہ کو، جن میں عیسائی بھی شامل تھے، بحث و مباحثہ میں لاجواب کردیا۔ شعر و شاعری میں خاص شغف رکھتے تھے۔ کئی شعراء کے بے شمار اشعار اور حضرت مسیح موعودؑ کی کئی نظمیں زبانی یاد تھیں۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 8/جون 2005ء میں شامل اشاعت مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

مردِ فارس دے رہا ہے روشنی
پھیلتی جاتی ہے ہر سُو چاندنی
کالے گورے خوش ہیں اس کو دیکھ کر
وہ دلوں میں پا رہے ہیں تازگی
اس کے میٹھے بول اور خطبات سے
چھٹ رہی ہے سب دلوں سے تیرگی
دے رہا ہے مُردہ روحوں کو حیات
پا رہے ہیں لوگ اس سے زندگی

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

6th October 2006 – 12th October 2006

Please Note that programme and timings may change without prior notice All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 6th October 2006

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA International Jama'at News
01:35	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded in 1993.
03:10	Al Maa'idah: A cookery programme.
03:20	Ramadhan Programme: A Question and Answer session based on Ramadhan.
04:25	Tilaawat
04:55	Huzoor's Tours: A programme documenting Huzoor's visit to India.
05:45	MTA Variety: A programme showing the art of wood cutting and carving.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA International Jama'at News
08:40	Indonesian service
09:45	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan.
12:00	LIVE Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V, From Baitul Futuh.
13:15	MTA International Jama'at News
13:50	Bengali Service
14:50	Friday Sermon [R]
15:50	Tilaawat
17:35	Seerat-un-Nabi (saw)
18:30	Arabic Service
20:30	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. [R]
22:25	Friday Sermon [R]
23:35	Tilaawat

Saturday 7th October 2006

00:00	Tilaawat & MTA International Jama'at News
01:50	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan.
03:40	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 6th October 2006.
04:45	Dars-e-Hadith
05:10	Seerat-un-Nabi (saw)
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jama'at News
08:35	Friday Sermon [R]
09:45	Indonesian Service
10:50	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan.
12:40	Dars-e-Hadith
13:00	MTA International Jama'at News
13:30	Bangla Shomprochar
14:30	Ramadhan Question and Answer: A question and answer session with Abdul Majid and Munir-ud-din Shams.
15:40	Seerat-un-Nabi (saw)
16:15	Tilaawat
17:45	Kehkashan: A discussion programme on the importance of prayer.
18:30	Arabic Service
20:35	MTA International Jama'at News
21:05	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. [R]
23:00	Tilaawat

Sunday 8th October 2006

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith
00:30	Kehkashan: A discussion programme on the importance of prayer.
01:00	MTA International Jama'at News
01:30	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan.
03:20	Tilaawat
03:30	Dars-e-Hadith
03:50	Seerat-un-Nabi (saw)
04:45	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 6th October 2006.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
08:40	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) Class with Huzoor. Recorded on27th March 2005.
09:45	Indonesian Service
11:00	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 20th March 1993.
12:55	Dars-e-Hadith
13:15	MTA International News Review
13:50	Bangla Shomprochar
14:45	LIVE Husne Qirat competition.
15:45	Tilaawat
17:45	Existence of God: A speech on the topic of "the existence of God" by Dr. Saleh Muhammad Aladin, on the occasion of Jalsa Salana Qadian.
18:30	Arabic Service
19:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 173, Recorded on: 12/06/1996.
20:30	MTA International News Review
21:05	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 20th March 1993. [R]
23:00	Tilaawat

Monday 9th October 2006

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith, MTA News Review
01:30	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 20th March 1993.
03:20	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 6th October 2006.
04:30	Tilaawat
05:00	Existence of God: A speech on the topic of "the existence of God" by Dr. Saleh Muhammad Aladin, on the occasion of Jalsa Salana Qadian.
05:35	MTA Travel: A tour of UAE including a visit to Dubai, Sharjah, Abu Dhabi and a jeep ride in the Dunes and Hatta.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA International Jama'at News
08:45	Children's Class with Huzoor. Recorded on 2nd May 2005.
09:50	Indonesian Service
11:00	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 21st March 1993.
12:15	Dars-e-Hadith
12:35	MTA International Jama'at News
13:10	Bangla Shomprochar
14:10	Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V. Recorded on: 11/11/2005.
15:15	Seerat-un-Nabi (saw)
15:40	Tilaawat
17:50	Medical Matters: A health programme looking at Tuberculosis and Asthma.
18:30	Arabic Service
19:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 174, Recorded on: 13/06/1996.
20:35	MTA International Jama'at News
21:15	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 21st March 2005. [R]
22:20	Seerat-un-Nabi (saw) [R]
23:05	Tilaawat

Tuesday 10th October 2006

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review Special
01:40	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 21st March 1993.
02:55	Tilaawat
03:15	Dars-e-Hadith
03:35	Seerat-un-Nabi (saw)
04:20	Medical Matters: A health programme looking at Tuberculosis and Asthma.
04:55	Children's Class with Huzoor. Recorded on 2nd May 2005.
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review Special
08:30	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class with Huzoor. Recorded on 3rd April 2005.
09:45	Indonesian Service
11:00	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan.
12:30	Dars-e-Hadith
12:55	MTA International News Review Special
13:30	Bangla Shomprochar
14:30	Seerat-un-Nabi (saw)
15:15	Jalsa Salana USA 2006: Concluding Address, delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Head of the Ahmadiyya Muslim Community from London Mosque, UK. Recorded on 3rd September 2006.
16:20	Tilaawat
18:05	Learning Arabic: Programme No. 4
18:30	Arabic Service
20:30	MTA International News Review Special
21:00	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. [R]
22:35	Learning Arabic: Programme No. 4 [R]
23:00	Tilaawat

Wednesday 11th October 2006

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA International Jama'at News
01:30	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan.
03:00	Tilaawat
03:20	Dars-e-Hadith
03:40	Seerat-un-Nabi (saw)
04:35	Jalsa Salana USA 2006: Concluding Address, delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Head of the Ahmadiyya Muslim Community from London Mosque, UK. Recorded on 3rd September 2006.
05:35	Learning Arabic: Programme No. 4
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
08:50	Bustan-e-Waqfe Nau Class with Huzoor. Recorded on 9th April 2005.
09:45	Indonesian Service
11:00	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 12th February 1994.
12:30	Dars-e-Hadith
13:00	MTA International Jama'at News
13:30	Bangla Shomprochar
14:30	From the Archives: Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 31st December 1982.
15:05	Seerat-un-Nabi (saw)
15:30	Tilaawat
17:30	Australian Documentary: A cooking programme focusing on vegetarian dishes, including aubergine, potato, butter-nut and tomato sauce recipes.
17:50	Hamari Kaa'enaat
18:30	Arabic Service
19:40	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 182, Recorded on: 09/07/1996.
20:45	MTA International Jama'at News
21:20	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 12th February 1994. [R]
22:50	Australian Documentary [R]
23:10	Tilaawat

Thursday 12th October 2006

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA International Jama'at News
02:00	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 12th February 1994.
03:40	Tilaawat
03:50	Dars-e-Hadith
03:15	Seerat-un-Nabi (saw)
04:55	Australian Documentary: A cooking programme focusing on vegetarian dishes, including aubergine, potato, butter-nut and tomato sauce recipes.
05:40	Jalsa Speeches: A speech delivered by Abdullah Wagis Hauser about "The progress of Ahmadiyyat and the services rendered by the Jama'at in Germany " on the occasion of Jalsa Salana UK, recorded on 28th July 2002.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review Mid-Week
08:35	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) Class with Huzoor. Recorded on 10th April 2005.
09:45	Indonesian Service
11:00	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 13th February 1994.
12:35	Dars-e-Hadith
13:00	MTA News Review Mid-Week
13:30	Bengali Service
14:40	Seerat-un-Nabi (saw)
15:30	Tilaawat
17:25	Huzoor's Tour's: a programme documenting Huzoor's visit to India.
18:30	Arabic Service
20:30	MTA News Review Mid-Week
21:05	Dars-ul-Qur'an: An in depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), during the month of Ramadhan. Recorded on 13th February 1994. [R]
22:50	Tilaawat

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00GMT & 17:00GMT

Al Fazl International Weekly, London

22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 13 — Friday September 29, 2006 — Issue No. 39

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

سربراہ دجّال کے لئے بہترین محل کی تعمیر

حضرت علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی (1040ھ۔1103ھ۔مدفن جنت البقیع) کی کتاب ’’الاشاعۃ لأشراط السّاعۃ‘‘ ظہور مہدی کی علامات سے متعلق مقبول عام کتاب ہے۔ حنفی عالم دین مفتی محمد فیض احمد اویس کے قلم سے اس کا اردو ترجمہ زاویہ پبلشرز لاہور نے ’’قیامت کی نشانیاں‘‘ کے نام سے 2005ء میں شائع کردیا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

کتاب کے صفحہ 384 پر علامہ برزنجی کا یہ بیان مرکوز ہے کہ مدینہ پاک کی وادی جرف میں دجال کا نزول ہوگا۔ جناب اویس صاحب اس خبر کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:

’’یہی وادی جرف ہے۔ اور سرخ ٹیلے سے اس کے قریب کی پہاڑی مراد ہے جہاں اب ملک فہد سعودی عرب کے سربراہ بادشاہ نے ایک بہترین اور مضبوط اور کئی کمروں پر مشتمل بڑا محل بنوایا ہے۔ گویا انہوں نے اپنے سربراہ دجال کے لئے پہلے سے ہی اس کی رہائشگاہ تعمیر کروادی ہے۔ جو حضرات جبل اُحد شریف کو جائیں تو اس جبل شریف کے غربی جانب جرف کو آنکھوں سے دیکھ کر ملک فہد کے تعمیر کردہ محل کو دیکھ کر یقین کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نے کیا ہی آنکھوں دیکھا حال بتایا۔ اُسے اہلسنت علم غیب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس سے سعودیوں، نجدیوں کی گمراہی اور دجال کی ٹولی ہونے کا کامل ثبوت مل گیا‘‘۔

اے کاش علامہ اویس صاحب شاہ فیصل کے حالات 1974ء کا بھی بغور مطالعہ فرماتے!!!

برصغیر میں فتنہ دجّال

مسلم شریف میں آنحضرتؐ کی یہ لرزا دینے والی خبر موجود ہے کہ آخری زمانہ میں امت محمدیہ میں دجالوں اور کذابوں کا ظہور ہوگا۔ (حدیث ابو ہریرہؓ)

مولانا سید ابوبکر بن حسن بن اسداللہ شاہ آبادی نے جماعت احمدیہ کے قیام سے صرف ایک سال قبل آگرہ سے ایک کتاب شائع کی جس کا عنوان تھا ’’کشف اللئام عن غربۃ الاسلام‘‘ شائع فرمائی جس کے صفحہ 16-17 میں یہ حدیث درج کرکے اس کا مصداق مسلمانوں کے نام نہاد مولویوں، صوفیوں اور شاہوں اور شیوخ کو قرار دیا اور اعتراف کیا کہ:

’’اس تیرھویں صدی سے گویا تمام دنیا میں اب یہی ایک کام باقی رہ گیا ہے یعنی نام کے مسلمانوں میں خواہ مولوی صاحب ہوں یا شاہ صاحب یا شیخ صاحب سوا اباطیل عقائد و فساد احکام و محو شعائر اسلام کے کوئی شغل نہیں‘‘۔

’’حدیث ثوبان میں ہے کہ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ الْاَئِمَّۃَ الْمُضَلِّیْن۔ رواہ ابوداؤد و الترمذی۔ یعنی مجھے اپنی امت پر ڈر انہیں گمراہ کرنے والے اماموں پر ہے۔ وہ شمس العلماء بنے ہیں یا بنائے گئے ہیں اور آداب دین اور طریقہ اسلام سے ہزار مرتبہ دور تر جا پڑے‘‘۔ (صفحہ 17)

خان کابلی نے ’’سوانح حیات سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مطبوعہ جون 1940ء۔ ناشر ہندوستانی کتب خانہ لاہور میں مولانا محمد علی جوہر کی جلسہ لاہور کی ایک تقریر کا اقتباس موجود ہے کہ انہوں نے شاہ بخاری کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی مومنانہ فراست کی بنا پر سرزنش کی:۔

’’تم نے سامعین کو مسحور کردیا تھا اور اگر اس کے بعد تم ان سے کوئی غلط کام بھی کرانا چاہتے وہ تمہاری تقریر کے کیف سے اس قدر بے خود تھے کہ فوراً کر بیٹھتے۔ جو قدرت تم کو اپنی زبان پر ہے وہ خداداد ہے......اگر کبھی یہ باطل راہ میں استعمال کی گئی تو ہزاروں بندگان خدا کو گمراہ کرنے کے لئے کافی ہوگی‘‘۔ (صفحہ 21)

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر نے 1926ء میں لاہور کے خطاب میں جو کچھ فرمایا وہ بات 1953ء کی ایجی ٹیشن میں کس وضاحت سے پوری ہوئی اس پر ’’تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ فسادات پنجاب‘‘ کا لفظ لفظ گواہ ہے۔

احراری اور عیسائی

’’تحفظ ختم نبوت‘‘ کے متحدہ علمبردار

سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے سب احراری اور دیوبندی اور کانگرسی مُلّا عیسائیوں کی طرح حضرت مسیح کو آسمان میں زندہ یقین کرتے ہیں۔ دونوں ہی ان کے خاکی جسم سے نزول کے قائل ہیں اور اس اعتبار سے ہردو کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام غیر مشروط آخری نبی ہیں جن کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا نہ پرانا۔ اسی متفقہ عقیدہ کے باعث نہ صرف احراری علماء بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی ایام دعویٰ سے آج تک دشمن احمدیت مُلّاؤں اور پولوس کے مذہب کے حامی پادریوں کا مضبوط گٹھ جوڑ چلا آرہا ہے جس کا مظاہرہ خاص طور پر 1953ء کے ایجی ٹیشن میں نمایاں شکل میں منظر عام پر آیا جس نے اُن قدیم روایات پر بھی مہر تصدیق ثبت کردی کہ ستّر ہزار (یعنی بکثرت) نام نہاد مسلمان دجال کے ساتھ ہوں گے۔

اس پس منظر میں جماعت اسلامی کے ترجمان ’’روزنامہ تسنیم‘‘ 25-26/فروری 1953ء میں شائع شدہ خبر ملاحظہ ہو۔ (نقل کفر کفر نہ باشد)۔

’’عیسائی مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی تحریک کو کامیاب بنائیں گے‘‘۔

مرزا بشیرالدین محمود کے بیان پر عیسائیوں کا احتجاج

لاہور 24/فروری: مسیحی لیڈر ظفر اقبال ظفر نے ذیل کا بیان اخبارات کو ارسال کیا ہے:

’’اخبار پاکستان ٹائمز مورخہ 22/فروری میں قادیانی مذہب کے لیڈر مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اخباری نمائندے کو ایک سوال کے جواب میں مسیحی قوم کے خلاف زہر اُگلا ہے۔

مرزا صاحب موصوف نے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے جو صفائی پیش کی ہے اس کا جواب تو مسلم علماء ہی دیں گے کہ آیا یہ صفائی کافی ہے یا نہیں۔ اور وہ مرزائیوں کو مسلمان تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔

.... مرزا صاحب نے مسیحیوں کو ازروئے اسلام کافر قرار دیا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب خود کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یہ علماء اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اسلام اور علماء اسلام مسیحیوں کو اہل کتاب مانتے ہیں۔ مرزا صاحب اسلامی تعلیمات سے بالکل واقف نہیں اور انہوں نے کبھی مقدس قرآن کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔ مرزا صاحب یہ سب حرکتیں اپنی چمڑی بچانے کے لئے کررہے ہیں‘‘۔

’’ہم اس مذہبی بحث میں نہیں آنا چاہتے تھے لیکن اگر حالات نے مجبور کیا تو ہم ان لغویات کا مسکت جواب ضرور دیں گے‘‘۔ (نعوذ باللہ)

مرزا صاحب کی شرافت اور بڑے پن کا ثبوت ان کا اپنا بیان ہے۔ ہماری روز اول سے یہی خواہش رہی ہے کہ ہم اس بحث اور تحریک سے دور ہی رہیں۔ لیکن مرزا صاحب نے مسیحیوں کو کافر قرار دے کر لعنت کا طوق خود پہنا ہے۔ مرزا صاحب کا وضاحتی بیان محض ایک دھوکہ اور فریب ہے۔

مَیں برادران ملّت سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس دھوکہ اور فریب میں نہ آئیں اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی تحریک کو زور شور سے جاری رکھیں۔ مرزائی اسلام اور پاکستان کے لئے ایک بڑا خطرہ ہیں۔ ہم اس تحریک میں برادران ملّت کے ساتھ ہیں اور ہم دو قدم آگے بڑھ کر ہر قسم کی جانی و مالی قربانی دے کر مرزائیوں کو اقلیّت قرار دینے کی تحریک کو کامیاب بنائیں گے۔

مرزا صاحب خلیفۃ المسیح ہونے کے بھی داعی ہیں۔ ازروئے مقدس قرآن اور مقدس انجیل اس قسم کا دعویٰ کرنے والا خود کافر ہے اور وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں‘‘۔

(’’تسنیم‘‘ 25-26فروری 1953ء)

1953ء کے بعد 1974ء اور 1984ء میں پوپ روما اور سعودی عرب اور بعض عرب ملکوں نے احمدیوں کے خلاف ’’ملّت واحدہ‘‘ ہونے کے جو ثبوت فراہم کئے ان کا انکشاف انشاء اللہ نام نہاد محافظین ختم نبوت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا

اور بھی دور فلک ہیں ابھی آنے والے
ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے

نظام وصیت

حضرت مصلح موعودؓ وصیت کے متعلق فرماتے ہیں:

’’پس تم جلد سے جلد وصیت کروتا کہ جلد سے جلد نظام نو کی تعمیر ہو اور وہ مبارک دن آجائے جبکہ چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی مَیں ان سب دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہیں وصیت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جو ابھی تک اس نظام میں شامل نہیں ہوئے توفیق دے کہ وہ بھی اس میں حصہ لے کر دینی و دنیوی برکات سے مالا مال ہوسکیں اور دنیا اس نظام سے ایسے رنگ میں فائدہ اٹھائے کہ آخر اسے یہ تسلیم کرنا پڑے کہ قادیان کی وہ بستی جسے کوردہ کہا جاتا تھا، جسے جہالت کی بستی کہا جاتا تھا، اس میں سے وہ نور نکلا جس نے ساری دنیا کی تاریکیوں کو دور کردیا، جس نے ساری دنیا کی جہالت کو دور کردیا، جس نے ساری دنیا کے دکھوں کو دور کردیا اور جس نے ہر امیر اور غریب اور چھوٹے اور بڑے کو محبت اور پیار اور الفت باہمی سے رہنے کی توفیق عطا کی‘‘۔

ایسے احباب جماعت جو ابھی نظام وصیت میں شامل نہیں ہوسکے۔ ان سے درخواست ہے کہ اس میں شامل ہوکر اس کے فیوض و برکات کے وارث بنیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

(ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)